فہرست مضامین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جس طرح مسلمان ہونے کے لئے جاننا ضروری ہے کہ اسلام کیا ہے
اسی طرح معلوم کرنا اور پھر معلوم رکھنا بھی ضروری ہے کہ اسلام کیا نہیں ہے،
ورنہ اسلام کی صحیح اور بے آمیز حقیقت کی حفاظت ممکن نہیں ہے۔ ہمیں آج
اسلام کی حدود بھی اور ہمیں ان معلوم کی حاجت تھی، کل ان میں کچھ غیر اسلام
کی آمیزش ہوگئی، اور محسوس نہ ہو سکا کہ خالص میں کھوٹ داخل ہو گیا،
کیونکہ جو غیر اسلام بھی مسلمان کے پاس آتا ہے وہ اپنی ملکی صورت میں نہیں آتا بلکہ
نام و اسلامیت کا لباس پہن کر آتا ہے، احتسوں کا لباس پہن کر، مسلمان الا
ماشاء اللہ، بڑی آسانی سے اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ سمجھتا ہے اس اپنے
اسلاف سے حق جانشین مانے کے باوجود وہ اپنی حد ہی لسوں بعد گمراہ ہو گئیں،
اس کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی ان کے عوام دین کے علم سے قریب قریب
بالکل کورے ہو رہتے، اور اگر کسی کو اس کا کچھ علم ہوتا کہ حق کیا ہے، وہ اس سے
نوٹنا بالکل ہی سے ہو جاتے کہ حق کیا نہیں ہے؟ نتیجہ یہ ہوتا کہ غیر حق بھی غیر اسلام

پر رجوع طلب کی گئی ہو جس میں ناپسند خاطر۔ ہماری دراصل مادر ذاکراں کی ادائیگی سے طالب کیے گئے ہوں بس جاتے ہوئے بھی کہ نام کیسے ہی لوگوں کے علم و عقیدہ کے باعث ہوں گی مخصوص لکھی جا رہی ہیں جا ساکرالله کے لکھنے کا مدعا کسی کی دل آزاری کرنا اور دوسروں کی کمزوریاں بیان کر کے لعنت اٹھانا ہو لعن طعن اٹھانا، اور وہ بھی اسی ہی تک کی کمزوریوں کے ذکر و بیان سے اجتنابی معلق اور دنا ہے سے الله تعالیٰ اس سے ہر انسان کو بالخصوص ہر مسلمان کو۔ رکھے بلکہ یہاں جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے اس کا محرک صرف انسانی دردمندی کا تقاضا اور افراد ملت کی نا گفتہ بہ صورت حال کے مسلسل مشاہدے سے پیدا ہوتا ناگزیر ہے اور جس سے کوئی بھی حساس دل بے کار نہیں رہ سکتا اس لیے اگر سلسلہ گفتگو میں تلخی کا رنگ دکھائی ہو تو اس کو اسی درد و احساس کا نتیجہ سمجھا جانا چاہیے اور یہ نہیں لکھنا چاہیے کہ تلخی ساعتیں اعمال صفات کے خلاف ہے ان لوگوں کے خلاف جن کے اندر ان اعمال و صفات کے پائے جانے کی وجہ سے کہ لوگ فی الواقع ہمدردی اور رحم کے مستحق ہیں کہ عقیدے اور عمل کے

اس سلسلے میں ایک اصولی بات لائق ذکر ہے، اور وہ یہ کہ اس کتاب میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ قرآن و حدیث کی قانونی زبان میں نہیں بلکہ دعوت اور اصلاح کی زبان میں کہا گیا ہے قانونی زبان میں ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ جو کچھ اس میں کہا گیا ہے اس سے لوگوں کے نفاق کا قطعی طور پر فیصلہ کیا جانا اور اس کے مطابق ظاہر ہونے والے نتائج ان کو منافق ٹھہرانا مقصود ہے دعوت اور اصلاح کی زبان میں ہونے کے معنی ہیں کہ لوگوں کو ان اعمال و افکار و صفات

یہ بات ذہن نشین ہو جانے کی ہے کہ اس کتاب کا مقصد اللہ کے دوسرے بندوں کے اخلاق و ایمان
کی پیمائش کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف اس کا حقیقی مدعا یہ ہے کہ ہم میں سے
ہر شخص خود اپنے ایمان و عمل کی پیمائش کرے اور بار بار کرتا رہے اور جہاں کہیں بھی
کوئی کھوٹ نظر آئے اسے دور کرنے کی مردانہ وار جدوجہد کرے۔ ہاں دوسروں
کے اعمال و احوال کو اس کتاب کے مندرجات کی روشنی میں گہرا اندازہ لگانا
ضروری ہے مگر صرف ایک پہلو سے، اور وہ ہے اتباع اور رہنمائی کا پہلو
یعنی ہمیں کسی شخص یا اشخاص کو ہم اپنی رہنمائی کے لیے منتخب کرنے جا رہے ہوں
ان کو اس کسوٹی پر ضرور پرکھا جائے کیونکہ جو لوگ اپنے افکار اور اعمال
میں ایمان و اخلاص کا ثبوت نہ دے سکیں، ان کو اپنی پیشوائی کے لیے ہم نہ منتخب
اور قبول کر سکتے ہیں نہ کرنا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے بارے
میں ہم کوئی قطعی حکم بھی نہ لگائیں کیونکہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسے ہے؟ مگر
کسی کو قطعی طور سے ہم قرار نہ دینا الگ شے ہے اور بات ایسا امام نہ بنانا ہمارا
بالکل دوسری بات ہے

دعوتِ اسلامی
اور
فتنۂ نفاق

کفر و اسلام کے معاملہ میں بے نقاب آتا ہے۔ دیکھنے کی جو شاہ اپنی عداوت
کا اعلان کر کے کھلے میدان میں دعوت مبارزت دیتا ہے لیکن نفاق منافقی پر
دوستی و رفاقت کا لبادہ لگا کر اسلام کے گھر میں بیٹھ کر صد ہا طریقوں سے اس
کی بیخ کنی کرتا ہے اور اس انداز میں کہ بسا اوقات لگے ظاہر بین کو اس کا
ادراک تک نہیں ہوتا۔

خیر و شر کی کشمکش آج بھی اسی طرح جاری ہے جس طرح ابتدائے اسلام
میں تھی اور آج بھی حق کے مقابلہ میں وہی دونوں طاقتیں مصروف جنگ ہیں جو
بدر و احد کے میدانوں اور مدینہ کی گلیوں میں تھیں۔ وہی برسرِ پیکار ہیں اور وہی
عہد نفاق اور منافقین ہی اسے اسے خود قرآن اور اسلام کی جڑیں کھودنے
میں منہمک ہیں۔

اسلام کے معاملہ میں دو طاقتیں ہمیشہ سے نبرد آزما چلی آرہی ہیں، ایک کفر
دوسری نفاق۔ تاریخ اسلامی کے ابتدائی صفحات ہمیں بتاتے ہیں کہ اسلام کی
راہ میں جتنی مشکلات کفر نے پیدا کیں وہ ان موانع کی نسبت کہیں کم ہیں جو
منافقین کی بدولت پیش آئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کفار کی بھی اکثر معاندانہ
کارروائیاں انہی منافقین کی حصہ رت انہوں کی رمیں سے ہوا کرتی
تھیں۔ انہوں نے بارہا سر کش کو لڑائی پر ابھارا، اور واسطہ من مسلمانوں کی
اپنی ریشہ کاریوں سے نقصان پہنچایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ
کرام کی توہین و تذلیل کی، وطن اور حسب و نسب کے جھگڑے برپا کر کے مسلمانوں
کی جمعیت پراگندہ کرنے کی کوشش کی، نعیم عالم کے دانع ہوکر دہ ابہال
کہنے والوں کو رسول اللہ سے بدظن کیا، اسلامی نظام کے ہر شعبہ میں
طرح طرح کے دماغی جرائم اختراع کرنے کی سعی کی۔ غرض جہاں تک رسائی کے جتنے طریقے
ممکن ہو سکتے تھے ان میں سے کسی کو بھی بند نہ ... سلسلے کے ان علمبردار ان

مسلمانوں میں کوئی شخص اندر اپنے معمول میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتی اور اب سے پہلے قلیل التعداد ہونے کے باوجود ساری مہذب دنیا پر برتری کا علم لہرا دیتی تھی لیکن آج اسی اسلام کے نام لیوا اور اسی قرآن کے اتباع کا دعویٰ کرنے والے کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی دنیا کے دوسرے لوگوں کی طرح رہے ذلیل میں، بلکہ ان کے زیر تسلط ہے، اور اسلامی نظام ایک داستان پارینہ بن کر رہ گیا ہے جس کا نام لینے سے پہلے خود اس کے پیروؤں اور علمبرداروں کو بھی اپنے گھروں کے دروازے بند کر لینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا حق کی فطرت بدل گئی ہے؟ کیا خدا کا قانون الٹ گیا ہے؟ کیا اس انقلاب حال کی وجہ یہ ہے کہ نصرۃ اللہ پہلے اسلام کے علم کی معیت میں تھی اور اب کفر کے علم کی معیت ہو گئی ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے، اور یہ حقیقت مسلّم ہے کہ فطرۃ اللہ کبھی نہیں بدلتی، تو ماننا پڑے گا کہ تغیر دراصل اسلام کی فطرت میں نہیں بلکہ خود مسلمانوں کے نفس میں ہوا ہے

چالیس پچاس کروڑ کے عظیم الشان عدد سے دھوکا نہ کھائیے۔ یہ تعداد سب کی سب حقیقی مسلمانوں ہی کی نہیں ہے، بلکہ اس میں بڑی کثرت سے ایسے لوگ بھرے ہوئے ہیں جو عملی منافقت کے زہر سے بری طرح متاثر ہیں، حتیٰ کہ اعتقادی نفاق کے مریضوں کی بھی کمی نہیں۔ ان لوگوں کی ہر سو پھیلی ہوئی کثرت نے حقیقی مسلمانوں کی ایمانی طاقت کو بھی بے اثر بنا دیا ہے۔ یہی وہ آماس ہے جو اسلام کے جسم کو لاحق ہو گیا ہے اور اس کے اندر کی رہی سہی

کہ سچے مومنوں کو جھوٹے مدعیوں سے چھانٹ کر الگ کر دیا جائے۔ حزب اسلامی کی تنظیم
کے لئے یہ کس قدر اہم ہے۔ اب خود اندازہ کر لیجئے کہ اس قوم سے صرف نظر کر کے
اسلام کی سچی بھلائی کا کام جب نا ممکن نہیں ہو سکتا تھا تو بھلا پھر کبھی
کیا ہو گا؟ اس لئے اگر ملت کو ایسا اجتماعی فریضہ ــــ شہادت حق کا فریضہ ــــ
انجام دینا ہے تو یہ ناگزیر ہو گا اور فریضہ بھی اسے انجام دینا ہی پڑے گا
لیکن ایسے مخالف اسلام طاغوتوں کی خوش قسمتی کہئے یا اپنی بدقسمتی، کہ
اب حالات جس قدر ان کے حق میں سازگار ہیں پہلے نہ تھے اور ساری باتوں
کو چھوڑئیے آخر اس مشکل کا کیا علاج کر لوگے اور اول تو ایسا ماحول
سازے میں اور ہم انہیں پہچان کر ان کے شر سے آسانی سے بچ سکتے ہیں، مگر
یہ عبداللہ بن ابی اور عبداللہ بن سبا جو ہماری جماعت میں ایک دو نہیں
ان گنت موجود ہیں ان کا پتہ چلانے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں کیونکہ ان کے
نام بھی مسلمانوں کے سے ہیں، ان کی زبانوں پہ اسلامی مقاصد کے نعرے اور
اسلامی درد کے نالے بھی سینے میں آتے ہیں، حتیٰ کہ بسا اوقات یہ ہاتھوں میں
تسبیحیں اور بغل میں مصلّے بھی لئے ہوتے ہیں اب کہاں وہ نبوت کی
معصوم بصیرت ہے جو ان کی پس پردہ نیتوں کو پڑھ کر ہمیں ان کے
شر سے آگاہ کرے گی؟ اور کہاں پردہ غیب اٹھا دینے والے معصوم
وحی میں جو بوقت ضرورت إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ کہہ کر ان کے بلند
بانگ دعاوی کے فریب سے ہمیں متنبہ کر دیں گے؟
اس میں شبہ نہیں کہ ان دشواریوں کے پیش نظر ناواقف حلقے سے

کر دیجیے مومنوں کو چھوٹے دستوں سے جہاد کرا کے گویا حزب اسلامی کی تنظیم
کے لیے کس قدر اہم ہے اب خود اندازہ کر لیجیے کہ اس فریضہ سے صرف نظر کر کے
اسلام کی سچی بھلائی کا کام جب ایسے وقت میں نہیں ہو سکتا تھا تو پھر کبھی
کیا ہو گا؟ اس لیے اگر ملت کو ایسا اجتماعی فریضہ ——— جہاد حق کا فریضہ ——
انجام دینا ہے تو یہ ماحول کو اور فریضہ بھی اسے انجام دینا ہی پڑے گا
لیکن ایسے مخالف اسلام طاقتوں کی جو قسمیں کہیے یا ایسی قسمیں کہ
ان حالات میں قدرداں کے حق میں سازگار میں پہلے تھے اور ساری پالیسی
کو چھوڑتے آخر اس مشکل کا کیا علاج کیا جاوے اور اجھل تو سامان موجود
ہو رہے ہیں اور ہم انہیں بحال کر ان کے سر سے آسانی کر سکتے ہیں اگر
عبدالمجید اٹی اور عبداللہ بن ساتھ ہماری جماعت میں ایک دو نہیں
ان گنت موجود ہیں ان کا منہ چلانے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں کیونکہ ان کے
نام بھی مسلمانوں کے سے ہیں، ان کی زبانوں پہ اسلامی معاشرے کے نعرے اور
اسلامی دستور کے نالے بھی سینے میں آتے ہیں، حتی کہ نماز روزہ ۔ ہاتھوں میں
تسبیحیں اور بغل میں مصلے بھی لیے ہوتے ہیں اب کہاں وہ نگ ہوت کی
معدوم نصرت ہے جو ان کی اس زرد جھلکوں کو پڑھ کر ہمیں ان کے
شر سے آگاہ کرے گی؟ اور کہاں وہ مرد غیب اٹھا دینے والے معلوم
وحی میں جو بوقت ضرورت اِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ کہہ کر ان کے ملعد
بانگ دعاوی کے فریب سے ہمیں متنبہ کر دیں گے؟
اس میں شبہ نہیں کہ ان دشواریوں کے پیش نظر وافی حیثیت سے

نِفاق کی حقیقت

نفاق کسے کہتے ہیں

نفق کے بنیادی معنی جس سے لفظ نفاق نکلا ہے، کسی چیز کے پار ہو جانے کے ہیں پھر آگے چل کر اس اصل سے جتنے الفاظ نکلے ہیں ان سب میں یہ معنی قدر مشترک کے طور پر موجود ہے مثلاً "نفق" سرنگ کو کہتے ہیں جس میں ایک طرف داخل ہونے کا اور دوسری طرف نکلنے کا راستہ ہوتا ہے نافقاء جوہے کے اس بل کو کہتے ہیں جس میں دو سوراخ ہوں ایک گھسنے کا دوسرا نکل بھاگنے کا نافقاء سے نفق کہلاتا ہے جس کا بھی یہی حال ہے غرض ان سب حرفوں میں داخل ہو کر گذر جانے اور پھر پار ہو کر نکل جانے کا مفہوم موجود ہے 'نفاق' کا لفظ بھی اسی مادے کا ایک فرد ہے، اور اس کے معنی ہیں ۔

الدخول فی الشرع من باب	دین میں ایک دروازے سے داخل
والخروج عنه من باب	ہو اور دوسرے سے باہر نکل آنا

(مفردات امام راغب)

خصوصی نفاق

نفاق کے بنیادی محرکات

نفاق کا رویہ اختیار کرنے پر انسان کو جو چیزیں ابھارتی ہیں ان کی تفصیل تو بہت لمبی ہے لیکن اس کے بنیادی محرکات صرف دو ہیں:۔

اسلام کو اندر سے سبوتاژ کرنے کی خواہش، مادی مفادات کی پرستش، حقائق دین کے صحیح ادراک سے محرومی۔

ان میں سے پہلا محرک نفاق عقیدہ کے ساتھ اور دوسرا نفاق عمل کے ساتھ مخصوص ہے، مگر دوسرا محرک تو وہ دونوں میں مشترک ہے اس سے نفاق عمل بھی پیدا ہوتا ہے اور نفاق عقیدہ بھی۔ قرآن میں منافقین کی جو حرکات بھی بیان کی گئی ہیں ان کی تہ میں ان ہی تین بنیادی محرکات میں سے کوئی نہ کوئی محرک کام کرتا ہوا نظر آتا ہے مثلاً

(۱) یہ اسلام کو اندر سے برباد کرنے کی شیطانی خواہش ہی تھی جس نے مسجد ضرار بنوائی تھی حالانکہ جب بنانے والوں نے کہا کہ اس سے ہمارا مقصد سوائے نیکی اور بھلائی کے اور کچھ نہیں (ان اردنا الا الحسنیٰ) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جھوٹے ہیں" (انهم لکاذبون) ان کا مقصد تو یہ ہے کہ اس طرح مسلمانوں کی جمعیت میں پراگندگی ڈال کر ان کی قوت کا شیرازہ بکھیر دیں (والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المؤمنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل)

(۲) یہ مادی مفادات کی پرستش ہی تھی کہ کچھ لوگ مسلمانوں اور اسلام کے دشمنوں دونوں سے یکساں یارانہ رکھنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کے

سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اور دوسرا اسلام کے سامنے اپنے مسلمان
ہونے کا یقین دلایا کرتے۔ یہ معلوم اس دور کے ان کا مرض نہ تھا کہ وقت
پر دونوں گروہوں سے حقوق اور فائدے حاصل ہوں (ان کان لکم
فتح من اللہ قالوا الم نکن معکم وان کان للکافرین نصیب
قالوا الخ)، مگر ارکم کہ ہر طرف سے محفوظ ہیں اور کسی کی بھی مخالفت کا خاتمہ
نہ ہو سکتا ہے (تریدون ان یامنوکم ویامنوا قومہم
تم سے بھی محفوظ رہنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی (نساء۔۱۲)
(۳) حقائق قرآنی اور تعلیمات اسلامی کے صحیح ادراک سے محرومی بھی
بھی کہ جب احد کے میدان میں کچھ سخت حالات سے سابقہ میں آتا ہوا کہ
ان کے دلوں میں وہ خیالات گردش کرنے لگے جن کا اظہار ان سے کوئی حد نہیں
(یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاہلیۃ)
ہمیں محرکات کی مثالیں ہیں آپ جس قسم کے منافقین کی مسلسل
کا بھی عام طلب کے ان ہی میں سے کوئی نہ کوئی محرک ان میں ضرور
نظر آئے گا یہی وجہ ہے کہ منافقین کے اعمال مذموم پر ملامت کرنے
کے بعد جب قرآن حکیم انہیں کچھ نصیحت کرتا ہے تو ان نصائح کے پس منظر
میں انہی باتوں میں سے کوئی ایک بات ضرور ہوتی ہے یعنی اگر وہ
یہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں اور کافروں سے اسلام کی بڑھتی ہوئی رو کو
نہیں روکا جا سکتا۔ لیکن ایسا کرنے میں وہ خود اپنے آپ کو تباہ
کر رہے ہیں تا پھر وہ یوں ڈراتا ہے کہ دیکھو جان، مال اور اولاد کی

غیر معتدل محبتوں سے بچو، یہ عمدہ ... اور دو مواعظ
اور دلائل سمجھاتا ہے اور دلوں کو شک و شبہ اور امراض سے پاک
کر کے توحید اور رسالت کی ہے آمیز حقیقت ان میں مضبوطی سے جمانے
کی کوشش کرتا ہے۔ پہلے قسم کا انداز ساس اس وقت اختیار کرتا ہے
جب اس کے سامنے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسلام کو اندر سے تباہ
کرنے کی غرض سے اس کے گھر میں داخل ہوئے ہوتے ہیں۔ دوسرے
قسم کا انداز موعظت وہ اس وقت اختیار کرتا ہے جب وہ دیکھتا
ہے کہ مخالف کو دماغ کی بیماری میں مفاد پرستی نے مبتلا کر رکھا ہے
تیسرے قسم کا انداز تفہیم وہ اس وقت اختیار کرتا ہے جب اس کا
روئے سخن اصول دین کی معرفت نہ رکھنے والے عملی منافقین کی
طرف ہو جاتا ہے۔

مُنَافِقِین کی قسمیں

منافقین کی اصولی تقسیم

اگرچہ نفاق کے بنیادی محرکات تین ہیں اور نفاق یا تو اعتقادی ہوتا ہے یا پھر عملی تھا، اس لیے ریاضی کے حساب سے منافقین کی اصولی قسمیں چھ ہونی چاہییں لیکن باعتبار واقعہ قسمیں صرف چار ہیں کیونکہ ان محرکات میں سے دو تو ایسے ہیں جن سے عملاً صرف ایک ہی ایک قسم کے منافق وجود میں آتے ہیں، اور صرف ایک محرک ایسا ہے جس سے اعتقادی اور عملی دونوں ہی قسم کے منافق پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا۔ یہ چاروں قسمیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسلام کو اندر سے تباہ کرنے والے اعتقادی منافق — یعنی وہ لوگ جن کو اسلام سے فی الواقع کوئی لگاؤ نہ ہو بلکہ وہ اس کے سخت اور کٹر دشمن ہوں، مگر مسلمانیت کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں اس لیے آ گھسے ہوں کہ ان کے خیال میں اسلام کی بیخ کنی کا یہ ایک کارگر طریقہ ہے۔

(۲) مفاد پرست اعتقادی منافق — یعنی وہ لوگ جو حقیقتاً اسلام کے

سولی مدسترا مخالف ہوں لیکن جس بات دنیوی معاد کی حفاظت کرے
یا کچھ مزید دنیوی معادات حاصل کرنے کی خاطر مسلمان سے ہوں گویا
اس گروہ کی منافقت کا اصلی محرک اسلام کی عداوت اور اس کو جڑ سے اکھاڑ
پھینکنے کی خواہش ہوا کرتا ہے اتنی اغراضِ مادی کی پرستش ہے جب کہ
پہلا گروہ کا حقیقی محرک نفاق اس کے برعکس اپنے مادی معادات کی حفاظت
تحصیل نہیں بلکہ اسلام کی خواہش استیصال ہے۔ تاہم یہ گمان کرنا صحیح ہوگا
کہ مفاد پرست منافق استیصال اسلام کی فکر اور خواہش سے بالکل خالی ہوتے
ہیں تاہم خواہش ان کے اندر بھی ہوتی اور ضرور ہوتی یہاں سوال جو کچھ ہے
اصلی محرک کا ہے، وہ اصلی محرک جو حقیقت میں انسان کی عملی پالیسی بناتا ہے
اور باقی جذبات و میلانات جس کے تابع ہوتے ہیں اور اس کے بدل کے بعد
ہی ظہور میں آتے ہیں

(۳) شک پیشہ مسلم عملی منافق ——— یعنی وہ لوگ جو مسلمان
تو دار اسلام ہی میں لیکن توحید، آخرت، موت، جزا و سزا اور عمر اصول
کی ضروری معرفت سے بے بہرہ ہوں

(۴) مفاد پرست عملی منافق ——— یعنی وہ لوگ جو دائرہ اسلام سے باہر
تو نہیں مگر ان کا اسلام سے رشتہ اتنا کمزور ہے کہ جب اسلام کے تقاضوں
اور دنیاوی مفاد کے تقاضوں میں ٹکراؤ ہو تو یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔

پھر ان چار قسموں کی بھی دو قسمیں ہیں، کیونکہ محرکات نفاق ہمیشہ
ایک ہی شکل و صورت والے منافق نہیں پیدا کرتے اسی طرح بعض

کہ نفاق ہمیشہ کسی ایک ہی عملی پالیسی کا روپ اختیار کرتا ہے یا عمل و اعلان
کا تفاوت کسی ایک ہی حالت میں ظہور کرتا ہے بلکہ یہ اشکال اور حالات متعدد
ہوتے ہیں جن کو قرآن میں مفصل تحریر کیا گیا ہے۔ نفاق کی حقیقت جاننے
اور اس کی صورت سمجھنے کے لیے الگ الگ ان سب شکلوں اور عملی
مظاہر کو جاننا از بس ضروری ہے، اس لیے ہم یہاں ترتیب وار ان عام
اصولی امور کو لے کر ان کی ذیلی اقسام کا بھی مختصر تذکرہ کریں گے

قسم اوّل

یہ سب سے خطرناک قسم کے منافق ہوتے ہیں کیونکہ اسلام کی حمایت ان
کی زندگی کا مقصد ہی نہیں اور وہ کسی مجبوری کی بنا پر نہیں بلکہ ایک باقاعدہ سوچی
سمجھی سکیم کے ماتحت اہل اسلام میں آگھسے ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اندر
رہ کر اس کو اندر ہی سے کھوکھلا کر دیں اور اس کو آشکار نفاق
کا جال بار بار کہہ سکتے ہیں۔ نزول قرآن کے سبب ایسے منافقین کی کئی قسمیں تھیں۔

(۱) کفر و ارتداد کے سازشی مرتکب

ایک گروہ تو ان لوگوں کا تھا جو اسلام قبول کرنے کا بظاہر اعلان
صرف اس لیے کرتے تھے کہ بعد میں مرتد ہو جائیں گے اور یہ کہتے ہوئے
اسلام سے باہر نکل آئیں گے، تاکہ دنیا کو اور خود مسلمانوں کو اسلام سے متنفر اور
برگشتہ کر سکیں اور ان سے کہہ سکیں کہ اسلام کا ظاہری رنگ و روغن تو واقعی بڑا
دلکش ہے مگر اندر کیا کچھ ہے؟ یہ ہم سے پوچھو ہم نے جان لیا کہ اگر اسلام حق و درست

ہوتا تو ہم اسے قبول کر کے چھوڑ کیوں دیتے؟ اس طرح یہ لگے ہمادر لے
والے پچھلے مخالفین اسلام (اہل کتاب) کو بھی ایک نہایت موثر ہتھیار فراہم کرنے
کی ترکیب سوجھی کہ وہ ان سیاسی واقعات اور حالات کو جن کی اسلام کے عروج
کی راہ زبردست پروپیگنڈا کرتے اور کہتے کہ اسلام کا "ردِ کار" تو بر الٰہی
ہے تحریر امر دل جانے کی کیسے ان واقعات حال سے واضح ہو جو اس زبر
سے مسحور ہو کر آمادہ ہو گئے تھے کہ وہاں پھیر سکے اور حقیقت حال جب عیاں
ہوئی تو اُلٹے پاؤں پھر آنے پر مجبور ہو گئے۔ قرآن اس گروہ کا تذکرہ ان
لفظوں میں کرتا ہے۔

وَقَالَت طَّائِفَةٌ مِّن	اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ
أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي	یہ کتاب جو مسلمانوں پر قرآن اُترا ہے اس پر
أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ	صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو اس کا انکار
النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ	کر دو تاکہ دوسرے بھی (تمہیں دیکھ کر اس
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (آل عمران ۔۔)	سے) پھر جائیں

اسلام کی اجتماعی طاقت کو توڑنے اور اس کی ہوا اکھاڑنے کے لئے
دشمنوں کا یہ کیسا موثر نفسیاتی حربہ تھا؟ اس کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے
روایات دیکھیں یہ ظاہر ہے کہ گو اس امداد کے سازشی منبع مشرکوں میں سے
تھے نہ کہ اہل کتاب میں سے تھے اگر وہ مشرکوں میں سے ہوتے تو ان کے
اس اعلان کا کوئی موثر حصہ شاید ہی برآمد ہوتا کیونکہ اس وقت یہ بات دلیل
کی حامل بھی کہ لوگ نسبتاً شخصیت سے توحید، معاد، نبوت اور وحی کی

سے بالمد چلے آ رہے تھے، اس لیے آسانی سے ان کے دس قرآن کی ان مبادی تعلیمات کو ہضم نہیں کر سکے اور دو الٹے پاؤں پھر گئے لیکن جب الٹے پاؤں پھر جانے والے اہل کتاب ہوں ـــــ اور بہت ممکن ہے کہ علمائے اہل کتاب ہوں ـــ تو اس بات کی بھی گنجائش باقی نہیں رہی کیونکہ لوگ تو وہ تھے جن کے آگے اسرار ہوئے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا تھا توحید معاد، موت، غرض سارے ہی حقائق دینی کی معرفت ان کی تو کئی ہیں پڑی ہوئی تھی اس لیے اگر یہ لوگ اسلام کے گھر میں داخل ہونے کے بعد منہ ساتے ہوئے باہر نکل آئے تو اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام تھا ایک باطل دین ہے دوسری بات ہے کہ تعلق ان کا اندازہ صحیح نہ نکلا۔

(۲) دشمنانِ اسلام کے جاسوس | دوسری قسم ان منافقین کی تھی جو اسلام کا دعوی کر کے مسلمانوں کی صحبت میں اس لیے گھس بیٹھے تھے کہ ان کے سارے عزائم و منصوبے کی ٹوہ لگاتے رہیں اور اپنی قوم کو یا دوسرے اعدائے اسلام کو ان سے باخبر کیا کریں قرآن میں ان کا گروہی تعارف یوں کرایا گیا ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ — لوگ جھوٹ کے لیے کان لگانے والے ہیں
لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ (مائدہ) — ان دوسرے لوگوں کے لیے جاسوس بنے ہوئے ہیں
جو تمہارے پاس نہیں آئے

اور پھر ان کی سرگرمیوں اور دسیسہ کاریوں کا حال ان لفظوں میں

مدبران جاسوس صاحبوں کے سینے ایک ایسے تنور کے مانند تھے جس میں اسلام کی نفرت اور عداوت کی آگ ہر دم جلتی رہتی تھی۔ مسلمانوں کی برتری اور خوش حالی کو دیکھ کر غصہ سے پاگل ہو جاتے، اور انہیں مصائب میں گھرا دیکھ کر دلی مسرت محسوس کرتے۔ قرآن نے ان کی اس کینہ جوئی کے مکروہ چہرے سے یوں نقاب اٹھائی ہے ۔

وَاِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْآ	جب لوگ تم (مسلمانوں) سے ملتے
اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا	ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور جب
عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ	علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے مارے
اِنْ تَمْسَسْکُمْ	ہی انگلیاں چبائے لیتے ہیں اگر تمہارا
حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ وَاِنْ تُصِبْکُمْ	کوئی بھلا ہو جاتا ہے تو رنجیدہ ہو جاتے ہیں
سَیِّئَۃٌ یَّفْرَحُوْا بِھَا۔	اگر تمہیں کوئی گزند پہنچ جائے تو انہیں
(آل عمران ۱۲)	بڑی خوشی ہوتی ہے ۔

(۳) تفرقہ انگیزی کے علمبردار

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو ملت اسلامی میں محض تفرقہ ڈالنے اور فتنہ و فساد برپا کرنے کی خاطر گھس آئے تھے۔ یہ لوگ عموماً نازک مواقع کی گھات میں رہتے، اور اگر ملت اسلام کی شیرازہ بندی مضبوط ترین رشتوں سے ہوئی تھی تو سلطان کے انحطاط بھی تفرقہ پردازی کے وہ کامیاب ترین طریقے استعمال کرتے جن کا معلّم آج تک ایجاد کر سکا ہے، یعنی مذہبی تفرقہ اندازی اور نسلی و وطنی اختلاف انگیزی کے طریقے۔ چنانچہ ایک طرف تو

انھوں نے کوشش کی کہ اس دین کو جس کے نام سے اور دب ہی کے
دبا دیا جائے۔ مرکز خیبر کا دار بنا کر خیبر کے سپرد سے ما علے اور ہر
ملال کو تریاق کو تنگ دے کر تبلیغ اسلامی کے حلق میں اُتار دیا جائے۔
دوسری طرف ان کی سعی یہ بھی کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان قبلی
قومی اور وطنی اختلافات پیدا کریں اور موقع پا کر مقامی عصبیتوں کو ابھا
کر انہیں باہم لڑا دیں ۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک
داؤں بھی کامیاب ہو گیا تو پھر کچھ اور کرنے کی ضرورت نہ رہے گی اور خود یہ
ایک نسل جس کی طرح سطح ارض پر روحانی چلی جا رہی ہے وہ خود اس طوفان
اختلاف میں غرق ہو جائے گی حسب ذیل دو واقعات سے ان کی ان دونوں
قسم کی دسیسہ کاریوں کا صحیح اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے ۔

(۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار مکہ سے مایوس ہو کر مدینہ کی طرف
ہجرت فرما ہوئے تو ابتدا میں آپ نے شہر سے تین میل کے فاصلہ پر قبا نامی
ایک مقام پر چند روز قیام فرمایا تھا (با اختلاف روایتیں چار دن یا چودہ
دن قیام رہا) اس اثناء میں باقاعدہ باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے
آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک مسجد کی بنا ڈالی، جو مسجد قبا کے نام
سے مشہور ہوئی۔ سنہ ۹ھ میں ابو عامر راہب کے اشارے پر منافقین نے اس
کے قریب ہی ایک اور مسجد بنائی اور مشہور کیا کہ کمزور اور مجبور لوگوں کے لئے
جو بارش کی رات کی تاریکی میں اس مسجد تک نہیں جا سکتے، ہم نے یہ اہتمام
کیا ہے تا کہ وہ آرام سے یہاں نماز پڑھ لیں۔ تعمیر مکمل ہو چکنے کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان ساتھیوں نے استدعا کی کہ آپ تشریف لے جا کر اس کا افتتاح فرما دیں، اس کے بعد ہم نماز پڑھیں گے۔ قبل اس کے کہ آپ ان کی اس خواہش کو عملاً شرف پذیرائی بخشتے، عالم الغیب نے ان منافق لوگوں کی اس مکروہ اور خطرناک چال کا پردہ فاش کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا	(اور ایک قسم کے ساتھی ایسے ہیں جنہوں
مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا	نے اس غرض سے ایک مسجد بنا رکھی ہے کہ
بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا	مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں اور اللہ
لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ	کے ساتھ کفر کریں اور مسلمانوں میں تفرقہ
وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا	پیدا کریں اور ان لوگوں کے لیے کمین گاہ
الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ	مہیا کریں جو پہلے اللہ اور اس کے رسول
لَكَاذِبُونَ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا	سے جنگ کر چکے ہیں (یہی کی تعمیر اس
(لو)	سب سے عمل میں آئی ہے لیکن جب پوچھا

جائے گا تو قسمیں کھا کر کہیں گے کہ نیکی کے سوا ہمارے ارادوں میں
کوئی بات نہیں مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ جھوٹے ہیں (اے پیغمبر)
تم اس مسجد میں ہرگز نماز نہ پڑھنا

(۲) غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر ایک انصاری اور ایک مہاجر میں معمولی سی جھڑپ ہو گئی تھی۔ رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے موقع غنیمت جانا، انصار کو ان کے اپنے نسلی اور قومی مفاخر یاد دلائے اور کہا کہ یہ غیر ملکی اب تمہاری عزت و حشمت کو بھی پامال کرنے لگے ہیں، کل تک تمہارے

رہا ہو سکو کہ ان منافق گروہوں کا محرک عمل مطمح نظر اور مقصود حیات ایک ہی
تھا اس لیے ان کے عام طرز عمل میں گہری مناسبت کا ہونا لازمی ہے
اور ہمارے آپ کے لیے یہ متعین کرنا آسان ہیں کہ کون منافق کس نام کام
کے لیے مسلمان بنا تھا۔

قسم دوم

اب ان اعتقادی منافقین کو لیجیے جو اسلام کا لبادہ محض اپنے مادی
مفاد کی خاطر اوڑھے ہوئے تھے ان کی نمایاں قسمیں چار ہیں ۔

(۱) سوکھے اسلام کے کلمہ گو | یہ گروہ ان منافقوں کا تھا جو حصول اسلام کا نہیں بلکہ تو کٹر
اسلام کا کلمہ پڑھتا تھا یعنی جو تھے تو کٹر کافر مگر چونکہ بزدل تھے اس لیے اسلام
کے بڑھتے ہوئے اقتدار اور مسلمانوں کی روز افزوں طاقت سے مرعوب ہو کر
مجبوراً اسلام کا اظہار کرتے تھے جیسا کہ قرآن نے بتایا ہے

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ — اور (منافق) خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے
لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ — ہیں کہ ہم تم (مسلمانوں) ہی میں سے ہیں
قَوْمٌ يَفْرَقُونَ (۱۰ رکوع ۷) — (یعنی تمہاری ہی جماعت کے آدمی ہیں)
حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ ڈرپوک قسم کے لوگ ہیں
یعنی جو ڈر اور خوف سے اسلام کا اعلان کر رہے ہیں ورنہ کوئی تعلق او

فِی قُلُوْبِکُمْ (حجرات ۲) (یعنی ظاہر میں تو ہو گئے مسلمان ایمان کا تو ابھی تمہارے دلوں میں گزر تک نہیں ہوا)

غرض ان کے ایمان کی اصل علت ان کی بزدلی تھی۔ دل تو صداقت قرآنی کے منکر تھے لیکن طاقت کے خوف سے زبان اس کی صداقت کا بار بار اقرار کرتی رہتی تھی۔ پھر اس صداقت پسندی کے عملی مظاہر کب اس بار کو برقرار رہنے دے سکتے تھے۔ ان کی پوری زندگی کا نقشہ ہی خود اس راز درون کا سب سے بڑا پردہ در تھا۔ ان کے سوچنے کا انداز، ان کی گفتگو کا اسلوب، ان کے کام کا ڈھنگ، غرض سبھی کچھ ان کے جھوٹے دعوے کی تکذیب میں مصروف شہادت تھا۔ جہاں تک سوچنے کا تعلق ہے ایک مخلص مسلمان کا انداز فکر تو یہ ہوتا ہے کہ وہ ایمان کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہے، اور اس دولت کا انتہائی شکر گزار ہوتا ہے جس سے نصیب نے بہا اسے ملی ہے۔ مگر ان ”نامی مسلمانوں“ کا حال یہ تھا کہ وہ اُلٹا مسلمان ہی ہو کر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پر احسان رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے مسلمان ہو کر آپ کی جماعت کو تقویت دی ہے اور اس کی تعداد بڑھا دی ہے

یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا (سورہ حجرات ۲) یہ لوگ تم پر اپنے اسلام لانے کا احسان رکھتے ہیں

حالانکہ اگر واقعی مسلمان اور نعمت ایمانی کے قدر شناس ہوتے تو اُلٹے خود رسول کے احسان مند ہوتے

ہو جائیں، اور ان مسلمانوں کو ہر طرح سے کمزور اور بے مددگار کر دیا جائے۔

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ
لَا تُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ
رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا
(المنافقون ۷)

یہی لوگ (ہیں) جو کہتے ہیں کہ جو لوگ
رسول خدا کے ساتھیوں پر
کچھ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ (یہ) آپ کا ساتھ
اس طرح افلاس سے تنگ ہو کر خود ہی
ادھر ادھر منتشر ہو جائیں۔

اسی طرح اسلام کی خاطر جانی قربانیاں دینے سے بھی یہ لوگوں کو روکنے کی کوشش کرتے بلکہ بسا اوقات تو اس غرض کے لئے انتہائی خطرناک منافقانہ چالیں چلتے یعنی شروع میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر میدانِ جہاد میں جاتے اور جب جنگ کی آگ بھڑک چکی تو پیچھے سے چپکے سے کھسک جاتے اور دوسروں کو بھی بھاگ نکلنے کی ترغیب دیتے، تاکہ مسلمانوں کی ہمتیں چھوٹ جائیں اور دشمن کے حوصلے بڑھ کر انہیں فنا کے گھاٹ اتار دیں۔ غزوۂ اُحد، غزوۂ احزاب، غزوہ تبوک وغیرہ میں اس منصب کا پورا پورا مظاہرہ ہوا تھا، تبوک کے سلسلے میں قرآن کہتا ہے کہ

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ
خِلَافَ رَسُولِ اللّٰهِ وَكَرِهُوا اَنْ
يُّجَاهِدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا
فِي الْحَرِّ (التوبہ)

جو لوگ (اس) جنگ پر لڑائی سے پیچھے چھوڑ دیے گئے
گئے وہ رسول اللہ کی مرضی کے خلاف لڑائی سے
بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے اور اللہ کی راہ میں
اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کرنے کو بہت
ناگوار محسوس کیا اور دوسروں سے بھی کہنے لگے کہ
(اس) گرمی میں (گھر سے) مت نکلو

اب یہاں کی حالتوں کو بھی لے کر دوسری جانب پر غور کیجیے!
خدا کے قانون کی پیروی اور رسول کی کامل اطاعت کو کس طرح سادہ اور بعض
اس کا سبب سمجھتے تھے۔ قرآنی امر و نواہی پر خلوص دل کے ساتھ عمل کرنے
کو بے وقوفی سے تعبیر کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ کیسے احمق اور ناعاقبت اندیش
لوگ ہیں جو حکم کھلا قرآن کی غیر مشروط اطاعت تسلیم کر کے عرب و عجم کی دشمنی مول
لیتے اور اپنے عیش و آرام کو برباد کرتے ہیں مصلحت وقت کا تقاضا تو یہ ہے
کہ ہر فریق سے ملتے جلتے رہو، ہر ایک سے اپنا مقصد حاصل کرو۔ اگر کفار سے ملیں
کھائیں تو مسلمانوں سے دشمنی ماتم کے صلہ ملے گا گھوڑوں کے ساتھ گھس نہ
سکے گا۔ اور اگر اہل کتاب ہوتے تو ان میں شامل رہنے کا فائدہ حاصل
ہوگا یعنی کسی بھی فریق کو خود سوئی کا فائدہ حاصل ہوں گے، ان میں بہرحال حصہ
بٹانے کا موقع ملے گا۔ ایک دوسرا نفع حاصل بھی اس طرح ہوگا کہ مال ایک
جگہ خرچ کرنا پڑے گا اور نہ اپنے پیسے کا ایک قطرہ بہانا پڑے گا۔ دیکھو یہ
طریقہ کس قدر مصالحانہ اور امن آفریں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مذہب مذہب میں
لڑائی کیوں ہو؟ ہر مذہب تو خدا ہی سے ملاتا ہے پھر ایک کو دوسرے
پر فضیلت کی کیا وجہ؟ امن اور صلاح کا راز اسی میں ہے کہ ہر ایک کو برحق
قرار دو، اور اس حق و باطل کے جھگڑے میں کسی کے ساتھ شریک نہ ہو۔ موقع
ملے تو جو اس معاملہ میں تنگ نظری اور انتہا پسندی سے کام لیتے ہیں
حقیقت میں رجعت پسندی اور ناعاقبت اندیشی کی راہ ہے، فساد اور حقیقت کی بس تمنا کا نتیجہ
ہے۔

آگے چل کر اسی سلسلے میں قرآن مجید ان لوگوں کی عملی حالت کو ایک مثل کے پیرائے میں یوں بیان کرتا ہے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ	ان منافقوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ
فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ	لوگ بارش میں گھر گئے ہوں جس میں تاریکیاں
يَجْعَلُونَ اَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم	ہوں کڑک ہو چمک ہو، کڑک کی ایسی آواز
مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ	سن کر موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں دیے
وَاللّٰهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ	لیے ہوں ـــ حالانکہ اللہ ان کافروں کو
يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ	ہر طرف سے گھیرے رکھے ہے۔
كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ	بجلی کی چمک ان کی بینائی اچکے لیے جاتی ہے جب
وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا۔	ان کے سامنے چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں
(البقرہ ۲)	کچھ دور چل لیتے ہیں اور جب ان پر تاریکی

چھا جاتی ہے تو ٹھٹک کر کھڑے ہو جاتے ہیں

تمثیل بالا میں ان منافقین کی تصویر باطنی کے جو گوشے کسی قدر تاریکی میں رہ گئے تھے اس مثل نے ان سب کو روشنی میں کر دیا ہے کہ کم از کم یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ اسلامی زندگی کو مانتے کس طرح تھے؟ اور اسلام کے ظاہری دعوی کا حق کس حد تک ادا کرتے تھے؟ قرآن پر ان کا اعتقاد تو تھا ہی نہیں محض اسے دنیوی مفاد اور مقاصد کی خاطر مان لینے اور ایمان کی منادی کرتے پھرتے تھے اس لیے جہاں تک قرآن کے ٹھیک آسان اور سہل احکام کا تعلق تھا، ان پر بڑی مستعدی اور خوش دلی سے عمل کر کے اپنی اسلامیت

کا اظہار کرتے لیکن جب بعثت احکام کی باری آتی، جب غیر واضح امر
دنیوی کی قربانی کا مطالبہ ہوتا تو یکایک سارا جوش ایمانی سرد پڑ جاتا، دہشت
اور حیرانی کی آنکھوں میں گھر جاتے اور موت کی سی غشی طاری ہونے لگتی۔
جب اہل ایمان کے احکام خود ان مردوں کے حق میں باران رحمت تھے تو ان
بعضوں کے حق میں بجلی کے مانند سماں کڑک بن گئے۔ کہتے کہ ہمیں اور موت
کے خوف سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے گویا ان منافقین کا مرکزی
وصف یہ تھا کہ احکام کی تعمیل ان پر سخت گراں گزرتی تھی اور خدا کی شریعت
ان کے لیے رحمت و نعمت ہونے کے بجائے الٹی مصیبت اور زحمت بن گئی
تھی۔ انہوں نے اپنے مادی مفاد کی حفاظت ہی کے لیے تو یہ دانشمندانہ
دورخی پالیسی اختیار کی تھی، اب اگر اسلامی احکام اسی مفاد کو قربان کر دینے کا
مطالبہ کریں تو اس مطالبے کا تسلیم کرنا کیونکر ممکن تھا۔

نفاق کا میدان قوت ایمانی کی سب سے کڑی آزمائش کا ہے جہاں
منافق کے لیے اپنے رنگ باطن کا چھپانا کٹھن ناممکن ہو جاتا ہے۔ منافقین کا یہ
گروہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں اور مواقع پر تو اپنے آپ کو چھپانے میں کچھ نہ
کچھ ضرور کامیاب ہو جایا کرتا تھا لیکن جب جہادی احکام ان کی جانوں کا مطالبہ
کرتے تو وہ وقت ان کے لیے بڑا سخت ہو جاتا۔ جان و مال کے عشق میں اس
نے دین اور حق اور اپنے ضمیر کو بیچا تھا اگر اسی کی قربانی مانگی جائے تو وہ اس کو کیسے
گوارا کر سکتا تھا نتیجہ یہ ہوتا کہ منافق گراں دانستہ دل کے بھی ادعائے
ایمان کا راز فاش ہو کر ہی رہتا۔ یہ لوگ اپنی باطنی حالت کو چھپانے کے لیے

پر اعتقاد کرتے مگر دلوں کا بھید جاننے والا خدا بار بار جنگ کا حکم دیتا
حتیٰ کہ بعض اوقات مسلمانوں کی جماعت کو جنگی سختیں کھا کر بھی ایسے
تمام فریب کاروں کی اصل تصویر کو بالکل عریاں کر دیتے اور اصل مسلمانوں
سے الگ نمایاں کر دیتے ہیں لا ہوا تھا جیسا کہ جب کبھی حکم سال اللہ ہوتا
منافق کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ضروری اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے
اور جب مسلمان لڑ کر واپس آتے تو یہ لوگ انہی مدد میں شرکت کے لیے معذرتیں
پیش کرتے، اور قسمیں کھا کھا کر اپنے اخلاص باطن کا یقین دلانے کی سعی کرتے
غزوہ احد کے سلسلے میں ان غداروں اور ریاکار پرستاروں نے منافقت
کا جو ثبوت ادا کیا قرآن اس کا تذکرہ ان لفظوں میں کرتا ہے ۔

وما اصابکم یوم التقی
الجمعان فباذن اللہ ولیعلم
المؤمنین ولیعلم الذین نافقوا
وقیل لھم تعالوا قاتلوا فی
سبیل اللہ او ادفعوا قالوا لو
نعلم قتالا لاتبعناکم ھم
للکفر یومئذ اقرب منھم
للایمان یقولون بافواھھم
ما لیس فی قلوبھم واللہ اعلم
بما یکتمون الذین قالوا لاخوانھم

دونوں جماعتوں کی (یعنی مسلمانوں اور
کافروں کی) مڈبھیڑ کے دن (میدان احد
میں) تمہیں جو کچھ مصیبت اٹھانی پڑی
سو خدا کے حکم کے مطابق تھی اور مقصود
بھی کہ دیکھ لے (تمہیں آزمائش) اور معلوم
کر لے (یعنی دنیا پر ظاہر کردے) کہ کون
سے لوگ (واقعی) مومن ہیں اور کون
ایسے ہیں جن کے دلوں میں نفاق ہے (جو
اس دن) منافقوں سے کہا گیا کہ آؤ خدا
کی راہ میں لڑو یا (کم سے کم) دشمنوں سے

وقالوا لو اطاعونا ما قتلوا ۔۔۔ یہ کر (دوسروں کو) کہنے لگے کہ اگر ہم سمجھتے
(آل عمران) کہ آج لڑائی ہو گی تو ضرور تمہارے ساتھ
چلتے لیکن اس وقت ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے اپنے منہ سے ایسی بات کہتے
جو ان کے دلوں میں نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ ان کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے
وہی لوگ ہیں جو خود بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں جہاد میں شہید ہو جانے والوں کی
نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو قتل نہ ہوتے

دیکھا آپ نے نفاق حیلہ تراشی میں کتنا دیدہ دلیر ہوتا ہے؟ دشمن
اپنی پوری قوت کے ساتھ سامنے خیمہ ڈالے پڑا ہے اور ادھر سے جواب
دیا جاتا ہے کہ لڑائی بھڑائی تو ہونے کی نہیں اس لیے ہم خواہ مخواہ دوڑ
بھاگ کیوں کریں؟ اور جب اللہ کے مخلص جاں نثار اپنا فرض ادا کر کے
شہید ہو گئے تو ہمدردانہ فرمایا جاتا ہے کہ اگر ہماری تدبیر پر عمل کرتے تو
کیوں دنیا کی لذتوں سے ہاتھ دھوتے؟ گویا خود تو خود، دوسرے
انسانوں کے متعلق بھی بدگمانی تصور کرنے سے باز نہ رہے کہ حق اور
ایمان کی خاطر اپنے نفس کو قربان کر دینا بھی نادانی کا کام اور گھاٹے
کی بات ہے

ان کی اسی بزدلی اور دو رخی پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا کہ جب
سے مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں، دشمن کی کثرت اور اپنی قلت تعداد
کا لحاظ کیے بغیر، رسول کی دعوت جہاد پر آمادہ ہو گئے تو یہ لوگ ان کی
کو اندیشی کا ماتم کرنے لگے اور کہنے لگے کہ انہیں ان کے دین نے دھوکے میں

ڈال دیا ہے (غَرَّ هٰٓؤُلَاۤءِ دِیْنُهُمْ انفال) ان بدعقیدوں کا
جن سوار ہے۔ یہ منافق ہیں جو کچھ نہیں دیکھتے کہ انجام کیا ہوگا گویا
ان کے خیال میں اگر اس دنیا کے اندر کوئی راہ اختیار کرنے کی ہے تو صرف
اس لئے کہ وہ مادی منفعت کی ہے اور اگر کوئی راہ چھوڑ دینے کی ہے تو
محض اس لئے کہ اس میں جان و مال کا زیاں ہے ان کی بہت کی ایک
اور تصویر ملاحظہ ہو۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ	بعض تم میں سے ایسے بھی ہیں جو دیر
اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ	کی سو اگر تم پر مصیبت پڑے
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ	تو کہتے ہیں کہ خدا نے مجھ پر
مَّعَهُمْ شَهِيْدًا وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ	کرم کیا کہ میں ان
فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ	مسلمانوں کے ہمراہ نہ تھا اور اگر تم کو
لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ	نہیں ہوئے اگر تمہیں خدا کی طرف
يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ	کوئی حسن فضل سے اور ان کو دل کھ
فَوْزًا عَظِيْمًا ۔ (نساء)	جائے گا اور کہے گا ۔ اس طرح

گویا تمہارے اور ان کے درمیان کبھی کوئی محبت تھی ہی نہیں — کہ اے کاش ہم
بھی ان مسلمانوں کے ساتھ ہوتے کہ بہت کچھ کامیابی حاصل کر لیتے (یعنی ہم کو بھی مال
غنیمت ملتا)۔

جیسا کہ مثل بالا میں ذکر ہو چکا ہے یہ اس الوقت اس وقت تو بڑا
ایمان لے آتے جب احکام ملتے اور بے ضرر ہوتے خصوصاً اس وقت

جب ہاتھ سے کچھ کھونے کے بجائے کچھ حاصل ہونے کی توقع ہوتی لیکن
جہاں سخت احکام آئے اور ان کے دنیوی مفاد کو خطرہ لاحق ہوتا تو
صاف کترا جاتے۔ ان کو اس سے بحث نہیں تھی کہ اللہ کی راہ میں لڑنے
والا برسرِ حق ہے یا طاغوت کی راہ میں لڑنے والا۔ انھیں اس امر کا
احساس تک نہ تھا کہ ظلم اور فساد کی بیخ کنی کرنا اور خدا کی زمین میں عدل و
صلاح کی تخم ریزی کرنا بھی کوئی انسانی فریضہ ہے۔ وہ معاملات کو اس
نقطۂ نظر سے دیکھتے ہی نہ تھے۔ ان کی سرلعت کا موقف یہ تھا کہ لڑائی اس
حیثیت سے تم پر فرض ہے کہ اس میں مالِ غنیمت ہاتھ آ جاتا ہے، لیکن اس پہلو
سے بالکل حرام ہے کہ اس میں جان دینی پڑتی ہے۔ یہی بات مذکورہ بالا
آیات میں بیان ہوئی ہے اور اسی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ایک
جگہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا	اگر فوری فائدہ ہوتا اور سفر بھی (دراز نہ
قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ	معتدل ہونے کے بجائے) متوسط قسم کا
عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ	ہوتا تو یہ لوگ ضرور تمہارا ساتھ دیتے
بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ	لیکن ان پر وہ (تبوک کی) مسافت
(توبہ ۶)	انھیں بہت طویل اور دشوار معلوم ہوئی

(اس لیے وہ جب ساتھ چھوڑ کر بیٹھ رہے) اور جب تم لوٹ کے بعد اس کی وجہ پوچھو گے تو قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ اگر ہمارے لیے ممکن ہوتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوتے۔

مسلمانوں کے ساتھ اور احکام قرآنی کے ساتھ ان کے نفاق کا عالم
تو یہ تھا اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیے کہ کفار خصوصاً ائمہ کفر کا ان کی
نگاہ میں کیا مقام تھا اور ان کے ساتھ ان کی ساز باز اور منافقین کا حال کیا تھا؟
تو جہاں تک ان اعدائے اسلام سے عام تعلق کا سوال ہے وہ قریب قریب ایسا
ہی تھا جیسا کہ مسلمانوں سے تھا جس طرح مسلمانوں کے مادی اقتدار کو
اہمیت دیتے تھے اسی طرح ان کے مخالفین کے سامنے بھی سر نیاز خم کرنا ضروری
سمجھتے تھے اور ان کی بارگاہ میں رسوخ کے خواہاں تھے جس کے تحت میں ان کے متعلق
پیغمبر کو حکم ہوا کہ :-

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ	اے پیغمبر ان منافقوں کو بشارت
لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا الَّذِينَ	سنا دو کہ ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے جو
يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ	مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست
مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ	بناتے ہیں کیا یہ ان کے ہاں عزت
عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ (نساء)	چاہتے ہیں؟

دوسری جگہ آتا ہے کہ مومن کی شان نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ اور غیر
معاندین حق سے کسی طرح کا قلبی ربط و ضبط رکھے لیکن یہ منافق کیا کرتے ہیں؟

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ	سو تم دیکھو گے کہ جن کے دلوں میں
مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ	نفاق کا مرض ہے کہ ان میں
(مائدہ ۸)	دوڑ دوڑ کے ملتے ہیں

اب ان کی اس ساز باز منافقانہ پالیسی کا حال جو مخالفین اسلام کے

اور الخبیث بھی دو رنگی کا کمال بھی ہے اس کمال میں وہ اسی مثال
ہے جیسے دوزخی مالیس کا ماہیا ہے کچھ طلاقت لسانی رکھتے ہوا
ہے، وہاں کہتا ہے کہ وہ اس فن کے بڑے ماہر ہیں -

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ ‏ اور جب تم انہیں دیکھتے ہو تو ان کے
أَجْسَامُهُمْ وَإِن يَقُولُوا ‏ اجسام تمہاری نگاہوں میں کھب جاتے
تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ (المنافقون ۴) ‏ ہیں اور اگر تم سے بات کریں تو ان کی
باتیں سنتے ہی رہو

۳۔ حصول منصب کے مکاری

معاد پرستاں میں سرگرداں منافقوں کا تھا جو اگرچہ ایمان
کی رو سے بھی ناآشنا تھا مگر مسلمان ہونے کے جو مادی فوائد حاصل ہو سکتے تھے
انھوں نے انھیں الا اللہ کا نعرہ لگانے کے لیے بے قرار کر دیا تھا گویا
معاد پرستی کی پرستاری میں تو دونوں گروہوں کا ہی ہم مشرب تھا
کر دوں تھا کہ اُن کی معاد پرستی منفی نوعیت کی تھی اور اس گروہ کی مثبت
نوعیت کی تھی، انھیں مسلمان بن کر کو اسلام کی کس کشتی سے اسے کچھ مفادات
ملتے تھے، اسے اسلام کا بہروپ بھر کر کچھ مفاد حاصل کرنے تھے یعنی
اس کے نفاق کا اصل محرک اُن اموال غنیمت میں حصہ دار بننے کا لالچ تھا جو
اسلام کی فتحی ہوئی فتوحات میں مسلمانوں کے ہاتھ آرہے تھے[1] اس طرح

[1] مدینہ منافقوں کا ذکر اس درس مدا ہوا ہو کا حب مسلمان ہونے کے معنی
مرف معا کی زرہ لونکے بیچ ملک مال غنیمت پانے کے بھی تھے

اس رد یرسا اسلامیت کا قدرتی متقاضا کہ جب سنگ دسول کا سامنا ہوتا تو یہ اسی طرف کاہوں میں جاچھپتے او جب لڑائی کی سختیں محض عالم حاصل کرنے سی تک محدود رہتیں تو یہ سر پیش کر کے بڑھ کر سے نکل آتے بلکہ سب سے آگے رہنے کی کوشش کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سب کو کامیاب نہ ہونے دیا کیونکہ اموال غنیمت ان لوگوں کا حق میں جو ان مجاہدوں یعنی جو پہلے اللہ کے دین کی خاطر جو دا پنا مال قربان کر چکے اور اسی بعد جان نثار کرنے کے لیے پیش کر چکے ہوں۔ اور یہ لوگ جو کہ اپنے اعمال نامے میں اس طرح کی کوئی شہادت نہیں رکھتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے مواقع کے بارے میں صاف حکم دیا کہ ایسے بے ایمانوں کو ہرگز ساتھ نہ لے جاؤ جو کل مصیبت کی گھڑیوں میں عافیت کے گوشوں کے اندر چھپے بیٹھے تھے اور اب ان کی تلوار سے میدان جنگ کے لیے بے چین ہو رہے ہیں محض اس خیال سے کہ اس وقت ہاتھ سے دنیا کچھ ہمیں ہے جو کچھ نہ لینا ہی ہے چنانچہ سورۂ فتح سے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کے متعلق بڑ ے تحسر کے ساتھ وحی الٰہی آتی ہے کہ

سیقول المخلفون اذا انطلقتم | جولوگ (سورۂ فتح سے) پیچھے رہ گئے ہیں
الی مغانم لتاخذوھا ذرونا | (جب) غنائم حاصل کرنے جاؤ گے تو
نتبعکم یریدون ان یبدلوا | کہیں گے ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے
کلام اللہ قل لن تتبعونا | دو یہ چاہتے ہیں کہ حکم الٰہی کو بدل دیں
کذالکم قال اللہ من قبل (فتح ۲) | ان سے صاف صاف کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ

کی بھوک ہوتی ہے یہ لوگ ہر قابل ستائش کارنامے کا کریڈٹ حاصل کرنا
اپنی زندگی کا مقصود سمجھتے ہیں دعوت اسلامی کے دور عروج میں اس کے
شاندار کارناموں کا کریڈٹ ایسا نہ تھا کہ اس ذہنیت کے لوگ اس کے حصول
میں بے حس نہ ہوتے ہیں ایسے لوگوں کا ظہور ایک فطری بات تھی یہ ظہور
خاص اس وقت ہوا ہے جب اسلامی شوکت عرب کے اندر سیاسی برتری
کی حد تک غالب ہو چکی تھی اور مسلمان اپنی جان فروشیوں کی بدولت
تیزی سے اپنی تاریخ میں شاندار اور محیر العقول کارناموں کا اضافہ کرتے
جا رہے تھے اس وقت جس طرح بہتوں نے در پردہ پیسہ کے لالچ میں آ
کر مسلمان ظاہر کرنے میں مصلحت دیکھی اسی طرح کتنے ہی حوصلہ مند ایسے
بھی تھے جنہوں نے ان کھلے سواروں میں نام لکھا لیا تھا اپنا مطمح نظر بنا
رکھا تھا لیکن اسلام کے نام پر کسی طرح کی قربانی دینا بہرحال ان کے
یہاں بھی ایک ٹیڑھی کھیر تھی وہ مجاہد قوم اور صدیق کہلانا چاہتے
لیکن اس کی خاطر اپنی انگلی بھی کٹانے کے لیے تیار نہ تھے بلکہ دوسروں کی طرح
یک لخت ہی کمالی سمجھتے تھے جب دل اپنے ایسے ہی مجاہدوں سے کچھ
کہہ رہی ہے ۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ	جو لوگ اپنے کرتوتوں پر خوش
يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ	ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام
أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا	انہوں نے نہیں کیے ان کی تعریف
فَلَا تَحْسَبَنَّهُم بِمَفَازَةٍ	ہو ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ

ہمیشہ سے اسلام میں داخل ہونا اور دوسرے سے نکل جانا نہیں
ہوا کرتا ہے، اگرچہ یہ داخل ہونا اور نکل جانا اس انتہائی معنی میں نہیں
میں نہیں کہ اعتقادی منافقوں کا داخل ہونا اور نکل جانا تھا کیونکہ
وہ لوگ جنہوں نے اسلام کو بطور ایک دین کے ختم کر لیا تھا اور جو
تک کفر کے معاملہ میں اپنے آپ کو ملت اسلام سے وابستہ سمجھتے تھے اور
ان کے مذہب بھی اسلام کے ساتھ تھے خلاف اعتقادی منافقوں کے کہ
ان میں سے ان کے اندر کوئی بات نہیں تھی لیکن بات بھی ایسی ہی ہے کہ ایک مسلم
ضعف ہے کہ جس طرح اس کے مواقع پر پہلے قسم کے منافق اسلام سے بے
تعلق ثابت ہوئے ہیں، بالکل اسی طرح اگر نہیں تو بڑی حد تک یہ لوگ بھی کچھ
الگ ہی سے نظر آتے ہیں جیسا کہ احزاب کی لڑائی میں حالات کی شدت
دیکھ کر اصلی منافقوں ہی نے جاہلی افکار کا ثبوت نہیں دیا، بلکہ شک دلوں
کے ان مریضوں نے بھی کچھ اسی طرح سوچنا شروع کیا تھا قرآن ان دونوں
قسم کے "مسلمانوں" کا بالکل ایک ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے :-

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا۔

جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے پورے دھوکے کا وعدہ (ہی) کیا تھا

اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ جب دل ایمان کی کم از کم گہرائی سے
بھی خالی ہوں تو اللہ اور رسول سے خلوص اور مشکلات میں ثابت قدمی
کہاں سے میسر ہو سکتی ہے

قسمِ چہارم

(مفاد پرست عملی منافق)

یہ منافقین کی آخری قسم ہے۔ یہ وہ قسم ہے جو نسبتاً اسلام سے زیادہ قریب اور عنصرِ اسلام سے بہت زیادہ متاثر تھی، یہ اُن لوگوں پر مشتمل تھی جن کے عقیدے میں کوئی نقص نہ تھا بلکہ اسلام ہی اسلام تھا جو اصولِ دین کو نظری طور سے تقریباً اپنا چکے تھے، جن کے دعوائے ایمان میں دکھاوا نہ تھا بلکہ جو شک اور تردد کے بھی مریض نہیں کہے جا سکتے۔ لیکن ان میں مگر ان کو مفادِ دُنیا کا رنگ چڑھا ہوا تھا، جو انہیں اقرارِ اسلام کا عملی ثبوت فراہم کرنے نہیں دیتا تھا۔ یہ لوگ اصطلاحی اور سیاسی معنی میں تو مسلمان تھے، مگر ایسے مسلمان، جن کا اسلام عزم کی پختگی اور عمل کی جرأت سے بالکل ناآشنا تھا، جو ان سے ان کے جانی، مالی اور دنیاوی مفادات کی قربانی نہیں لے سکتا تھا۔ ایسے کم ہمت اور ضعیف الایمان لوگوں پر صرف رحم و ملامت ہی نہیں کی گئی ہے، بلکہ بعض اوقات تو انہیں صاف لفظوں میں منافق کہہ کر پکارا گیا ہے جیسا کہ ایسے ہی لوگوں کی شان میں قرآن کہتا ہے:-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ — "اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں

آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ — کہ ہم اللہ پر ایمان لائے مگر

فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ
كَعَذَابِ اللّٰهِ وَلَئِنْ جَاءَ
نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا
كُنَّا مَعَكُمْ أَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ
بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ وَ
لَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ
(عنکبوت ۱)

جب انھیں راہ خدا میں کوئی کرب پہنچتا
ہے تو انسانوں کی دی ہوئی تکلیف
کو عذاب الٰہی کے مانند ناقابل برداشت
اور لائق صدر) تصور کرنے لگتے ہیں
اور اگر تمہارے پروردگار کی مدد آجائے
تو یہی لوگ کہنے لگیں گے کہ ہم تو تمہارے
ہی ساتھی تھے کیا اللہ دنیا جہان کے
لوگوں کے (اسرار) سے واقف نہیں

بنا اللہ انہیں جان کر (یعنی نمایاں کر کے) رہے گا جو واقعی صاحب ایمان ہیں
اور انہیں بھی جو منافق ہیں

واضح رہے کہ یہ آیات سورہ عنکبوت کی ہیں جو اس وقت نازل
ہوئی تھیں جب مسلمانوں کا قافلہ ستم کدہ مکہ ہی میں جاگزیں تھا اور دشمنا
ن الٰہی کے ہاتھوں مظالم کا تختہ مشق بنا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ ستم کدے
کے مجبور اور مظلوموں میں ایسے منافقین کا ظہور کہاں سے ہوسکتا
تھا جو کسی غرض اور مصلحت کی بنا پر اظہار ایمان کرلے۔ اس وقت تو
اسلام سیاسی اور سماجی ہر حیثیت سے مظلوم و مقہور تھا، اس کا نام
لینا ہی ہر طرح کی آفتوں کو دعوت دینا تھا۔ لہذا یہ بالکل ناممکن
ہے کہ یہاں ان منافقوں کا ذکر ہو رہا ہو جو عہدے کے ساتھی ہوں
اسی طرح اس کا بھی کوئی قرینہ نہیں کہ ان آیتوں میں قسم سوم کے منافقوں

کا ذکر ہے یعنی ان منافقوں کا جو عمل اور اخلاق کے اعتبار سے مسلمان
ہوں اور جن کے نفاق عمل کا سرچشمہ ان کا شک و تردد ہو، کیونکہ
پیچھے جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں اور اس گروہ کے جو حالات جن واضح
کئے ہیں ان میں ایمان کی بے یقینی کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف ضعف
ہمت اور حب دنیا کا ذکر ہے اس لیے لازما یہاں ان کے سلسلہ میں
کا ذکر ہے ـــــ اور ان ہی کو تعلیقاً منافق بھی کہا گیا ہے ـــــ جو کفار
کی وحشیانہ ستم آرائیوں سے بے قرار ہو کر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ
اکثر تھے چونکہ اب ایک عظیم الشان قربانی کی طلب کا وقت قریب
تھا (یعنی ہجرت کا) اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے زمین ہموار کرنی
شروع کر دی تھی، اور اشاروں اشاروں میں اس کے لئے کوشش
لئے کی ہدایتیں کرنا ضروری تھا، چنانچہ یہاں آخری آیت میں جس
آزمائش کی طرف اشارہ ہے وہ اسی ہجرت ہی کی آزمائش ہے جو چند
دنوں بعد ہی مسلمانوں کو پیش آئی۔ یہ آزمائش بھی جان اور مال کی
قربانیوں کی طرح نہایت ہی سخت ہے جس میں اچھے اچھوں کی قلعی
کھل جاتی ہے، چنانچہ جب ہجرت کا صریح حکم آ گیا اور بعض ضعیف الا
گروہ کے قدم پھسل گئے اور وہ مختلف حیلوں بہانوں سے گھر ہی میں
رہ گئے، لوگ اگرچہ خدا کو ایک اور رسول کو برحق مانتے تھے قرآن کی تلاوت
بھی کرتے تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے اور اس لحاظ سے ملت اسلامیہ
ہی میں شامل تھے، مگر چونکہ ان کا ایمان ایسا نہ تھا کہ خدا کی محبت پر

اپنے گھر بار اور اہل و عیال اور ملک و وطن کی محبت کو قربان کرتے، اور اسلام سے ان کا تعلق ایسا مضبوط نہ تھا کہ جس وطن میں ان کو مسلمانہ زندگی بسر کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا، اسے حکم الٰہی آجانے کے بعد چھوڑ کر نکل کھڑے ہوتے اور پھر اس جگہ جانے کے لئے تیار ہو جاتے جہاں وہ مسلمانہ زندگی بسر کر سکیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو سچے مسلمانوں سے الگ کر دیا۔ ان کے اخلاقی درجہ اور قانونی حقوق دونوں کو اصلی مسلمانوں سے الگ کر کے رکھ دیا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ۔ (الانفال - ۱۰)

اور جو لوگ ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی ان کی ولایت سے تمہیں کوئی سروکار نہیں جب تک کہ وہ ہجرت کر کے (تمہاری طرح) نہ آجائیں۔ ہاں اگر دین کے معاملہ میں وہ لوگ (کفار کے خلاف) تم سے مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد فرض ہے بشرطیکہ کسی ایسے گروہ کے خلاف وہ تم سے مدد طلب کریں جس سے تمہارا کوئی معاہدہ نہ ہو

غور فرمائیے یہاں اگرچہ اللہ تعالیٰ کے انداز بیان سے ان ضعفا کے خلاف وہ ناگواری ظاہر نہیں ہو رہی ہے جو کامل منافقوں کے بارے میں عموماً وہ ظاہر کیا کرتا ہے لیکن وہ صاف طور پر فرق کرتا ہے اُن مسلمانوں میں جو اسلام لانے کے بعد دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اسلام

کو عزیز رکھتے ہیں، ان مسلمانوں میں جس کے اندر ایسی اخلاقی طاقت یا اسلام کی اتنی محبت نہیں ہے کہ اس کی خاطر اپنے مال و عیال اور گھر بار چھوڑ سکیں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اصل ملت اسلامیہ بھلا کر وہ ہے کہ دوسرا وہ حزب اسلامی کی حیثیت سے صرف پہلے گروہ کو خطاب کرتا ہے اور دوسرے گروہ کی حیثیت اس کی نظر میں صرف یہ ہے کہ محض ان کے اقرار اسلام کی وجہ سے وہ حزب اسلامی کے ساتھ ان کا ایک گونہ تعلق تسلیم کرتا ہے۔ مضرت ایک گونہ "تعلق" بھی کتنا حقیر ہے کہ ایمان لانے کے بعد ہجرت اور جہاد کرنے والے مسلمان تو ایک دوسرے کے اولیاء ہیں مگر ہجرت اور جہاد نہ کرنے والے مسلمان اس رشتہ سے باہر ہیں ان کے ساتھ ولایت کا کوئی تعلق نہیں۔ ان کا حق صرف اتنا ہے کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے کفار ان کو ستائیں اور وہ حکومت اسلامی سے مدد مانگیں تو اسلامی حکومت پر فرض ہے کہ ان کی مدد کرے لیکن اگر کفار سے اسلامی حکومت کا پہلے سے لڑائی کا کوئی معاہدہ موجود ہو تو اس صورت میں وہ اپنے ان نام نہاد مسلمان بھائیوں کی یہ مدد بھی نہ کرے گی کیونکہ جو مسلمان اپنے ایمان پر ملک اور قبیلہ کی محبت کو قربان نہیں کر سکتے وہ اسی قیمت نہیں رکھتے کہ ملت اسلامیہ ان پر سے اپنے معاہدات کو قربان کرے

یہ مفاد پرستی جس کا منافقین عمل و اخلاق کی تقسیم شکار ہوتی ہے، بسا اوقات وہ کام کرا دیتی ہے جس کے بعد انسان جہنم کا اسد منزل

نہیں رہا قرآن مجید ایک گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (النساء ۱۴)

ان لوگوں سے جن کی جانیں فرشتوں نے اس حال میں کہ لیں کہ وہ (کفار کے خوف سے علانیہ حق پرستی کرکے اور پھر ان کے لیے ترک وطن کرکے) اپنے اوپر آپ ظلم کر رہے تھے فرشتوں نے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے ملک میں بے بس تھے فرشتوں نے کہا کیا خدا کی زمین تمہارے لیے وسیع نہ تھی کہ تم (حق کی خاطر) اس میں کہیں اور ہجرت کرکے چلے جاتے (اور وہاں آزادی سے خدا کی بندگی کرتے ہو) ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مکہ میں کچھ لوگ اسلام کا اقرار کر چکے تھے لیکن کفار قریش کے خوف سے اس کا علانیہ اظہار نہیں کرتے تھے مشرک انہیں اپنا ہی آدمی سمجھتے تھے آخرکار جب بدر کا معرکہ پیش آیا تو انہیں بھی مجبوراً مشرکوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابل آنا پڑا بعض ان میں سے مارے گئے جنگ کا زور ٹوٹ جانے کے بعد جب ان کی لاشیں پہچانی گئیں تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ تو ہمارے بھائی تھے صرف کافروں کے مجبور کرنے سے جنگ میں شریک ہوئے تھے آؤ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں اس پر یہ آیت اتری

ان آیتوں میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ لوگ قرآنی احکام
ادائی سے بالکلیہ منحرف نہیں تھے، بلکہ نماز روزہ کی ادائیگی اور ایسے ہی
دوسرے احکام کے بجالانے میں دوسرے مسلمانوں سے کسی طرح کم نہ تھے
لیکن جب لڑائی کا وقت آتا تو وہ میدان جنگ کے خوفناک منظر کا
تصور کرکے کانپ اٹھتے اور ایمان کی کمزوری دلوں سے نکل کر چہروں
پر جھلکنے لگتی، کیونکہ دلوں میں دنیا کا عشق سمایا ہوا تھا، لہذا میدان جنگ
کا نام سنتے ہی ان کے حواس گم ہوگئے اس لیے کہ وہاں جانے کے بعد تو
پوری دنیا ہی سے چھوٹ جانے کا امکان تھا اس لیے اسی عشق متاع دنیا
کو پیش نظر رکھ کر آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا دنیا کی متاع تو بہت ہی تھوڑی
مدت ہے آخرت اس سے کہیں بہتر ہے (قل متاع الدنیا قلیل)

غزوہ احد کے لیے نفیر عام ہوئی تھی، اس لیے چار و ناچار ان سب
لوگوں کو لڑائی کے لیے نکلنا ہی پڑا، جو اپنا شمار مسلمانوں میں کرایا کرتے
تھے پھر تھوڑی دور جانے کے بعد کچھ (یعنی اعتقادی) منافقوں نے
کچھ بہانہ بنا کر ساتھ چھوڑ دیا اور واپس چلے آئے، مگر دوسروں کو بہرحال
میدان کارزار میں اترنا ہی پڑا ان میں یہ عملی منافق بھی موجود تھے
جب تک مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا یہ بھی آگے گویا مطمئن رہے مگر جب
کفار کا پہلو غالب ہونے لگا، اور لشکر اسلام میں انتشار برپا ہوا تو انکے
ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ۔۔

قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ — انہیں بس اپنی جانوں کی ایک لگی ہوئی

اعمالِ نفاق

اگر گناہ کرنے کے بعد اس پر انسان کو پشیمانی نہ ہو اور وہ اس کی اصلاح
کے لیے مضطرب ہو جائے تو یہی گناہ ان کی تخم ریزی کرتا ہے۔ اور اگر گناہوں
کے معاملہ میں اس کی یہ حالت یوں ہی کام کرتی ہے تو یہ تخم انکھوے نکالتا
نشو و نما پاتا اور پیڑ ان پر چڑھتا ہوا ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے
یہاں تک کہ اس کے باطن کی نورانی فضا اس کی زہریلی شاخوں اور پتوں سے
ڈھک جاتی ہے

اہل ایمان کی اصولی اور بنیادی صفتیں بھی ہیں جو یہاں ہوئیں قرآن
میں ان تمام اقسام منافقین کی رہنماؤں کا بڑا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے
اور ان کے افکار و اعمال کی ایک طویل فہرست پیش کی گئی ہے۔ اس فہرست
کو اگر "دائرۃ النفاق" یا "مقیاس النفاق" کہا جائے تو یہ صرف ایک واقعہ
کا اظہار ہوگا مبالغہ ہرگز نہ ہوگا۔ اس فہرست میں اعتقادی اور عملی،
معاشرتی اور غیر معاشرتی غرض ہر قسم کے اور ہر قسم میں سے بھی ہر گروہ
کے اعمال وصفات کا تذکرہ ہے۔ اس میں وہ اعمال بھی ہیں جو کسی خاص قسم،
یا کسی قسم کے کسی خاص گروہ کے مخصوص اعمال وصفات ہیں اور وہ اعمال و
صفات بھی ہیں جو دو یا دو سے زائد قسموں یا گروہوں میں مشترک ہیں،
اور وہ اعمال و اطوار بھی ہیں جو تمام منافقوں میں پائے جاتے ہیں ان
اعمال میں سے بعض کا تذکرہ اگرچہ مختلف قسموں اور گروہوں کے تذکرے
کے ضمن میں اوپر آچکا ہے، لیکن اعمال نفاق کا ایک بہت ہی مفصل حصہ
ہے جو اس طرح بیان ہو سکتا ہے یعنی نہ صرف وہ اعمال میں جو الگ الگ

کرتے ہوں کی مخصوص اور امتیازی صفات ہیں، بلکہ ان کا بھی محض ایک حروف حصیبیں یا بطور مثال بیان کر دیا گیا ہے یا پھر ان مختلف گروہ کے نمایاں ترین اوصاف کی حیثیت سے باقی اور سارے اعمال و صفات جن میں زیادہ تر مشترک اور کچھ مخصوص صفات بھی شامل ہیں، اور جن کی تعداد بہت کافی ہے ابھی تک بیان نہیں ہو سکے ہیں؛ اس لیے ہم یہاں کے ساتھ ان سارے اعمال کو یکجا مرتب و درج کرتے ہیں تاکہ پورا نقشہ نفاق ایک ہی نگاہوں کے سامنے آجائے اور اس سے وہ سادہ پڑی آسانی سے حاصل کیا جاسکے جو اس کتاب کا مقصد تالیف ہے۔ قرآن اور حدیث میں نفاق کے جو اعمال اور اوصاف بیان کیے گئے ہیں یہ ہیں

(۱) ظاہر اور باطن کا مختلف ہونا يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (فتح ۲)

(۲) خود غرض اور موقع پرست ہونا، الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِن كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ الخ (نساء ۲)

(۳) خطرے کے وقت اصول کی پابندی کو حماقت، مشکلات میں راست بازی و دیانت کو بے وقوفی، اور راہ حق میں ایثار و عزیمت کو نا عاقبت اندیشی سمجھنا وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ (بقر ۲)

(۴) اسلام اور امت اسلامیہ کے مصائب پر مسرور ہونا اور اس کی ترقی اور خوش حالی کو دیکھ کر جل اٹھنا إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ

يُنْفِقُوْنَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا۔ (آل عمران ۱۲)

(۵) مصالح اسلامی کے خلاف سازشیں کرنا وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ

فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ الخ (النساء ۱۱)

(۶) اسلامی سیاسیات سے متعلق اہم امور کو بجائے اہل حل وعقد کے پاس

محفوظ رکھا جائے عوام میں مشہور کردینا وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ

مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ (النساء ۱۱)

(۷) اسلامی قوانین اور نظام الٰہی کے خلاف سرگوشیاں کرنا ثُمَّ

يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ

مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (مجادلہ ۲)

(۸) اہل حق اور اہل باطل دونوں سے قریب کا رابطہ رکھنا تاکہ

ہر ایک کی مخالفت سے امن حاصل رہے يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ

يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ۔ (النساء ۱۲)

(۹) فرائض اسلام کو (خصوصاً جہاد کو) خلاف مصلحت بلکہ وجہ فساد

باطل سمجھنا، اور اس کے مقابلہ میں اپنے نفس کے وضع کردہ خود غرضانہ

عمل کو امن وصلاح کا اساس سمجھنا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ

(بقرہ ۲)

(۱۰) تذبذب ہونا كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا (النساء)

(۱۱) اسلام کو آج قبول کرنا اور کل اس سے برگشتہ ہوجانا محض اس لیے

کہ عوام کو اسلام سے بدظن کیا جائے وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

لایؤمنوا باللہ ثم ایرل   الو دال عمران)

(۱۲) کفار اور دشمنان اسلام سے دلی دوستی اور محبت، یا مددگاری معاونت کا تعلق رکھنا الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین (نساء ۲)

(۱۳) اسلام کی محارب او مدعا فرقوں کو ملی واران اسلام کے مقابل امداد دینا یا امداد کا وعدہ کرنا لئن قوتلتم لننصرنکم (حشر)

(۱۴) کفار کے ہاں رسوخ اور عزت کا طالب ہونا اَیَبتَغُونَ عِندَھُمُ العِزَّۃ (النساء ۲)

(۱۵) اسلامی عدالت کو چھوڑ کر ایسی عدالتوں میں اپنے معاملات لے جانا جو غیر اسلامی قوانین پر فیصلہ کرتی ہوں یُریدُونَ اَن یَّتَحَاکَمُوا اِلَی الطَّاغُوت (نساء ۹)

(۱۶) شریعت کے قانون پر محض اس وقت عمل کرنا جب کہ اپنا فائدہ ہو اور جہاں یہ امید ہو کہ شریعت کا فیصلہ ہماری خواہشوں کے خلاف ہوگا وہاں اس سے دور بھاگنا اور صاف لفظوں میں اسے ٹھکرا دینا وَاِذَا دُعُوا اِلَی اللہِ وَرَسُولِہٖ لِیَحکُمَ بَینَھُم اِذَا فَرِیقٌ مِّنھُم مُعرِضُونَ وَاِن یَّکُن لَّھُمُ الحَقُّ یَاتُوا اِلَیہِ مُذعِنِینَ (النور)

(۱۷) حق کے واضح ہو جانے کے بعد، اور راستی جان لینے کے بعد محض اپنی خود پرستی کی وجہ سے اور جھوٹی عزت کے خیال سے اپنی غلط روش پر جمے رہنا ۔ وَاِذَا قِیلَ لَہُ اتَّقِ اللہَ اَخَذَتہُ العِزَّۃُ بِالاِثمِ (بقرہ)

(۱۸) اخلاق اور تقوے کے بجائے نسلی اور قومی امتیازات کو وجہ عزت و ذلت سمجھنا اور انہی امتیازات کا سوال اُٹھا کر اُمت میں تلخی پیدا کرنا یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل (منافقون ۲)

(۱۹) نیکی اور معروف کو ہیچ اور اپنے کو ان حدود سے بلند تر اور بے نیاز سمجھنا واذا قیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لووا رءوسهم ورأیتهم یصدون وهم مستکبرون ۝ (منافقون ۱)

(۲۰) اپنی عقل و فہم کو معیار حق سمجھنا اور قرآن کے بیان کردہ حقائق کا مذاق اُڑانا یا ان پر ہنسی کرنا۔ ویقولوا ماذا اراد الله بهذا مثلا (منافقون ۱)

(۲۱) نماز اور اذان کا بلکہ تمام شعائر اسلامی کا مذاق اُڑانا واذا نادیتم الی الصلوٰة اتخذوها هزوا ولعبا (مائدہ ۹)

(۲۲) اللہ تعالیٰ کو، اس کے رسول کو، اور اس کی آیات کو دل لگی کا سامان بنانا قل ابالله وآیاته ورسوله کنتم تستهزءون (ر)

(۲۳) مال دار مسلمانوں کے مخلصانہ انفاق فی سبیل اللہ پر ریاکاری کا الزام لگانا اور غریب مسلمانوں کے تھوڑے صدقات کی ہنسی اُڑانا الذین یلمزون المطوعین ... فیسخرون منهم ( )

(۲۴) خدا سے یہ دعا کرنا کہ اگر مجھے اپنے مال دیا تو تیری راہ میں خرچ

کروں گا لیکن مالدار ہوجانے کے بعد اس عہد کو فراموش کر دینا اور راہ خدا میں
خرچ کرنے سے بخل کرنا۔ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ (توبہ ۱۰)

(۲۵) اگر راہ خدا میں کبھی خرچ کیا بھی تو قلبی کراہت اور ناگواری کے
ساتھ۔ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ (توبہ ۷)

(۲۶) راہ خدا میں صرف کرنے کو مفت کا تاوان اور لاحاصل خرچ سمجھنا
وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا (توبہ ۱۲)

(۲۷) دوسرے مالدار مسلمانوں کو غریب مسلمانوں کی مدد کرنے سے
روکنا تاکہ حرب اسلامی میں عام پراگندگی پیدا ہو جائے۔ هُمُ الَّذِينَ
يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُّوا
(منافقون ۱)

(۲۸) مصائب کے وقت توحید سے رشتہ عقیدت کا ٹوٹ ٹوٹ
جانا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ (الحج ۲)

(۲۹) لوگوں کو اچھے کاموں سے روکنا اور برائی کی تلقین کرنا۔ يَأْمُرُونَ
بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ (توبہ ۹)

(۳۰) معاشرے میں فحش اور بد اخلاقی کی ترویج کرنا۔ إِنَّ الَّذِينَ
يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا (نور ۲)

(۳۱) تفرقہ اور ملت کو ملی فرقہ بندیوں کے ذریعہ درہم برہم کرنا
وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا (توبہ ۱۳)

(۳۲) گناہ اور برائی میں حریص ہو جانا۔ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ

يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ ۹)

(۳۳) اپنی مطلب برآری کے لیے جھوٹی قسمیں کھانا اِتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (منافقون ۱)

(۳۴) جھوٹے وعدے کرنا أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (حشر ۲)

(۳۵) بغیر کسی کارنامے کے سرانجام دیئے اس کا کریڈٹ حاصل کرنے کی کوشش کرنا یعنی جھوٹی شہرت کا حریص ہونا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا (آل عمران ۱۹)

(۳۶) سلامت مطلب حاصل ہونے کے باعث سی ئی ورنکی کی حس نہ سمجھنا وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ (منافقون ۱) فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا (النساء)

(۳۷) بزدل ہونا ـ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ (توبہ)

(۳۸) اعدائے اسلام سے درپردہ جوڑ سازباز ربط وضبط رکھنا، مگر اس خوف سے کہ کہیں وہ کوئی گزند نہ پہنچا دیں۔ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ (مائدہ ۸)

(۳۹) بزدلی اور عیش دنیا کی حد سے ہر مصیبت کو خواہ اس کا رح

مَعَ رَسُولِہٖ اسْتَأْذَنَكَ اُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ۔ (تو - ۱۱)

(۴۵) جنگ کی ضرورت سورج کی طرح عیاں ہو لیکن محض تاویلوں سے
تاکہ اس ذمہ داری سے نجات مل جائے اس ضرورت کا انکار کرنا قَالُوا لَو
نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ (آل عمران ۱۷)

(۴۶) جہاد کی ضرورت سے انکار تو نہ ہو لیکن اس کی تکلیفوں اور مصیبتوں
کا تصور کر کے اسے مصالح کے خلاف بتانا خود بھی گھر بیٹھے رہنا اور دوسروں
کو بھی تن آسانی اور راحت کوشی کی ترغیب دینا۔ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا
فِي الْحَرِّ (تو - ۱۱)

(۴۷) میدانِ جہاد میں مصالح ملی اور اسلامی عزت و ناموس کے بجائے
اپنی جانوں ہی کی فکر میں رہنا وَطَائِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ
اَنْفُسُهُمْ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا
هَاهُنَا (آل عمران ۱۶)

(۴۸) مسلمان ہونے کا مطلب سمجھنا کہ اب ہمیں کسی مصیبت سے دوچار
نہ ہونا چاہیے کیونکہ جب ہم ہی رب السموات والارض کے تنہا نام لیوا ہیں
تو وہ ہم کو اپنے سیکڑوں اللہ دشمنوں کے مقابلہ میں مبتلائے مصیبت کیوں
کرے گا پھر جب کوئی ایسا موقع آ پڑے کہ بظاہر مسلمانوں کو مادی مغلوبیت
رہی ہو تو خدا، اس کے رسول اور ان کے بتائے ہوئے دینِ اسلام کی صداقت
میں طرح طرح کے شک کرنا وَاِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ
فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اِلَّا غُرُورًا (احزاب ۲)

مُلۡقٖى بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاهِلِيَّةِ (آل عمران ۱۲)

(۴۹) میدان جہاد سے امام اور لشکر اسلام کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہونا، خواہ اپنی جان بچانے کی سب سے خواہ مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی غرض سے وَ اِذۡ قَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ يٰۤاَهۡلَ يَثۡرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمۡ فَارۡجِعُوۡا ۔۔۔ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا (احزاب ۲)

(۵۰) شرکت جہاد کی سعادت سے محروم رہنے پر رنجیدہ ملول ہونے کی بجائے مسرور ہونا فَرِحَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ بِمَقۡعَدِهِمۡ خِلٰفَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ (توبہ ۱)

(۵۱) خود شرکت کے علاوہ دوسروں کو بھی میدان جنگ میں جانے سے روکنا۔ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الۡمُعَوِّقِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالۡقَآئِلِيۡنَ لِاِخۡوَانِهِمۡ هَلُمَّ اِلَيۡنَا (احزاب ۲)

(۵۲) راہ حق میں جان دینے کی سعادت اور ارجمندی سے بے خبر ہونا، اسے مُفت کا ضائع جان سمجھنا، اور جس طرح کسی کی ناگہانی پر افسوس کیا جاتا ہے اسی طرح شہید کی موت پر اظہار افسوس کرنا الَّذِيۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ وَقَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا (آل عمران ۱)

(۵۳) ایمان کی قوت اور صبر و توکل علی اللہ کی کیفیت کا قدر شناس ہونا، مگر ایمان دونوں کو اثر، تعداد اور ساز و سامان کے لحاظ سے ایک حساب سمجھنا۔ اس علم سے محروم اور اس یقین سے خالی ہونا کہ فتح و شکست کا مدار مادی اسباب پر نہیں بلکہ ایمان باللہ کی سچی ہوئی قلبی استقامت پر

تو جماعت میں فتنہ انگیزیاں کرتے رہنا اور اس طرح اسے نقصان دینے کی کوشش کرنا لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ (توبہ ۶)

(۵۷) ان کو اپنی اغراض کی خاطر برباد کرنا خصوصاً اپنے رعب کو اپنی مطلب براری کے لئے غنیمت سمجھنا اور اس میں فتنہ و فساد برپا کر دینا جب اقتدار حکومت اپنی دوسری اہم مشغولیتوں کے باعث ان کی نگرانی نہ کر رہا ہو فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ (محمد ۳)

(۵۸) جہاد میں شریک ہونا بھی محض دنیوی فائدے اور حصول غنائم کے لالچ سے، کہ حق کو بلند کرنے اور باطل کو سرنگوں کرنے کی خاطر وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا (نساء ۱۰)

(۵۹) قربانی مال دینے کے وقت چھپ کر بیٹھ رہنا لیکن مال غنیمت میں، جو اسے بھی عام مسلمانوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں حاصل ہو، اس میں حصہ بٹانے کے لئے اسلام کی فلاح و بہبود کا دم بھرتے اور ایمان کے نعرے لگاتے ہوئے آموجود ہونا۔ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (احزاب ۲)

(۶۰) وظائف یا اموال غنیمت یا صدقات و زکوٰۃ کی تقسیم کے وقت زیادہ سے زیادہ مال حاصل کرنے کی سعی کرنا، اور اگر حسب خواہش حصہ نہ ملے تو بگڑ

جیسا کہ اسی کا کرایوں کو دیکھنے کے بجائے امام صاحب رسان لگا یا
ومنھم من یلمزک فی الصدقت فان اعطوا منہا رضوا
وان لم یعطوا منہا اذا ھم یسخطون (توبہ)

(۶۱) سیاسی پالیسی اختیار کرنا کہ ہر صورت اسلام ہاں آ کر سرے۔
اگر مسلمان غالب ہوں تو ان سے بھی مال غنیمت میں حصہ طلب کر رہے
اور اگر دشمن غالب میں تو ان سے بھی صلہ مانگ آئے فان کان لکم
فتح من الله قالوا الم نکن معکم وان کان للکفرین
نصیب قالوا الم نستحوذ علیکم و نمنعکم من المؤمنین

(نساء - ۲)

(۶۲) اسلام کی محبت کو اہل و عیال اور وطن کی محبت پر قربان
کردینا اور وقت ضرورت دین کی خاطر ترک وطن یعنی ہجرت کرنا اور
غیر اسلامی طرز کی مدد کی سر کرنے پر قائم رہنا۔ ان الذین توفھم
الملئکہ قالوا کنا مستضعفین فی الارض
قالوا الم تکن ارض الله واسعۃ فتھاجروا فیہا (النساء)
ولیعلمن الله الذین امنوا ولیعلمن المنافقین۔

(عنکبوت ۱)

(جیسا کہ پہلے لسترنج سایا جا چکا ہے، یہ آیت بعد ہجرت کے
سلسلے میں نازل ہوئی ہے اور مدینہ منافقین ابھی لوگوں کو کہا گیا ہے جو
ہجرت کا حکم آنے کے بعد مکہ سے نہ نکلنے والے تھے اور آخر کار رہ گئے)

(۶۳) کفر کی حکومت میں بعض کسی ذاتی مجبوری کے بغیر رضا و رغبت زندگی بسر کرنا، اور اس کے ساتھ تعاون کرنا یہاں تک کہ اس کا حق وفاداری ادا کرتے ہوئے اسلام کے خلاف بھی سرگرم رہا ہو جانا۔ اِنَّ الَّذِینَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ الخ (النساء ۱۱۴)

(اس آیت کی تشریح اوپر گذر چکی ہے)

(۶۴) ایسے مواقع سے دور رہنا جہاں حق و صداقت کی باتیں ہو رہی ہوں، اور اگر وہاں پہلے سے موجود ہوں تو چپکے سے نظر بچا کر کھسک جانا وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا (توبہ ۱۶)

(۶۵) دل کا اساسحت اور ساده اور بےحس ہو جانا کہ قرآنی تعلیم کا کوئی اثر نہ ہو، ملکہ الٹی حالت یہ کہ اس سے اعراض کرنا۔ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِیْنَ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (مدثر ۲)

(۶۶) جماعتی حسیت سے باہم منتشر رہنا، دلوں کا ایک دوسرے سے ہٹا ہوا ہونا، اور بظاہر متحد معلوم ہونے کے باوجود باہم دگر کٹے ہوئے رہنا۔ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (حشر)

(۶۷) دوام جوری پر جھوٹ ہو جانا تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ ... وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ

(۶۸) وعدہ خلافی کا عادی ہونا اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ (بخاری کتاب الایمان)

(۶۹) امانت میں خیانت کرجانا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (ایضاً)

( ) جھگڑے وقت گالیوں پر اتر آنا اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (ایضاً)

(۱) جھوٹ بولنا اِذَا حدّثَ کَذَبَ (ایضاً)

(۲) دولت اور سب ہی کو اپنی توجہات اور مساعی کا مرکز بنانا۔
معقر المساعی بطنہٗ (حدیث)

(۳) دل کے سچے مخلص اور صاحب عزم حضرت گریان سے کد
کہا آیۃ النفاقِ بغضُ الانصار (بخاری کتاب المناقب)

نفاق کے یہ تمام اوصاف اور علامات تمام اقسام منافقین کے اندر
یکساں نفسی رجحانات میں نہیں۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر منافق میں یہ علامتیں
ساری کی ساری موجود ہوتی ہیں بلکہ کسی منافق کے اندر ان میں سے دو چار
ہوں گی تو دوسرے میں دس بیس ہو سکتی ہیں اگر ایک منافق میں بعض
علامتیں موجود ہوں گی تو دوسرے میں وہ نہ ہوں گی بلکہ ان کے علاوہ
بعض دوسری ہوں گی در اصل ان علامتوں کا وجود ہر صاحب نفاق
کے حالات اور اس کے انفرادی رجحانات نفسانی پر منحصر ہے۔

منافق اور گنہگار کا فرق

نفاق کی جن علامات کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اُن کو سامنے رکھ کر ظاہر ہے اس شخص کو منافق نہ گمان کر لیجیے جس کے اندر ان علاموں میں سے کوئی ایک علامت کسی وقت بھی نظر آجاتی ہے۔ منافقین کی جتنی صفات اوپر بیان ہوئی ہیں، ان میں سے اکثر کا سرچشمہ انسان کی کمزوریاں اور جذبات کی غیر معتدل حالت ہے، اور یہی کمزوریاں اور غیر معتدل جذبات گناہوں کا بھی سرچشمہ ہیں۔ اس لئے ایک سچے مسلمان سے بھی ان اعمال کا صدور ہر وقت ممکن ہے کیونکہ انبیاء کو چھوڑ کر کوئی انسان بھی، خواہ وہ کیسا ہی صالح انسان کیوں نہ ہو معصوم نہیں۔ نفس ہر شخص کے اندر ہے اس لئے ایک مسلمان جہاں اچھے اعمال کرتا رہتا ہے وہاں گناہوں کا ارتکاب بھی اس سے ہو سکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی وقت ایک مسلمان بھی وہی حرکت کر بیٹھے جو منافق کی خصوصیات میں سے ہے۔ لہٰذا اس منافق اور گنہگار مسلمان، دونوں کی پوزیشن اور دونوں کا فرق اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

نفاق کی اس ساری بحث کو پڑھنے کے بعد آپ اب یہ امر بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ جب ایک منافق اسلامی تعلیمات یا ملی مصالح کے خلاف کوئی حرکت کامیابی کے ساتھ کر گزرتا ہے تو اس کے دل کو کسی طرح اذ

کے قلب میں کسی دائمی ناگواری اور ندامت کا احساس پیدا ہو کر منافق ان
بد معصیت سے عاری ہوتا ہے وہ صرف تدریج حرکتوں کو کسی وقتی
نفس سے مغلوب ہو جانے کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ پورے شعور ارادہ
کے ساتھ کرتا ہے وہ شریعت کی خلاف ورزی کو اس کی پابندی پر قصداً
ترجیح دیتا ہے اور اس خلاف ورزی کو اپنی عادت بنا لیتا ہے شریعت
کی پابندی میں بظاہر جو تکلیفیں اور لذت نفس سے محرومیاں ہیں ان کا موازنہ
وہ ان فائدوں اور آسائشوں اور لذتوں سے کرتا ہے جو شریعت کی
خلاف ورزی میں نظر آتی ہیں پھر اس کا نفس یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس کو پہلی چیز
قبول نہیں ہے اور صرف دوسری چیز مطلوب ہے اسی فیصلہ کی بنا
پر وہ خدا کا قانون توڑتا ہے تو اسے شرمندگی کے بجائے فرحت و مسرت
ہوتی ہے اس کے دل میں خوف خدا کا شائبہ تک نہیں آتا نہ استغفار اور
توبہ کی طرف کبھی اس کا ذہن منتقل ہوتا ہے

یہ ہے بنیادی فرق ایک منافق اور ایک گنہگار مسلمان میں اور یہی
وہ نکتہ ہے جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے خوارج نے مطلقاً ہر کبائر کے مرتکب
کو کافر قرار دے دیا اس لئے اعمال اور نفاق کا اندازہ لگاتے وقت ہمیں
پوری احتیاط برتنی چاہیے اور منافق اور گنہگار مسلمان کے اس نازک فرق
کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے

لیکن منافق اور گنہگار کے اس فرق کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ گناہ
اور نفاق بالکل متباین حقیقتیں ہیں اور ان میں سے کوئی رشتہ

من سمع النداء یوم	جس شخص نے جمعہ کی اذان سنی مگر نماز کے
الجمعة فلم یاتہا ثم سمعہ	لیے نہ آیا دوبارہ سنی مگر پھر نہ آیا سہ بارہ
فلم یاتہا ثم سمعہ فلم یاتہا	سنی مگر پھر بھی نہ آیا اللہ تعالیٰ اس
طبع اللہ علی قلبہ وجعل قلبہ	کے دل پر مہر لگا دیتا ہے اور اس کا دل منافق
قلب منافق	کا دل بنا دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ پتا چلتا ہے کہ اگرچہ گناہ اور ترک فرائض
اور حیر مگر ان دونوں میں ایک دوسرے سے نہایت تعلق بھی ہے یعنی
گناہ کسی وقت بھی منافقت کی بیماری پیدا کر سکتا ہے، ٹھیک
اسی طرح جس طرح معمولی بیماری کے باقی رہنے میں معمولی بیماری بھی
مہلک بیماری میں تبدیل ہو سکتی ہے اس لیے کسی گناہ کے ہو جانے
پر اطمینان سے نہ بیٹھنا چاہیے کہ بس ایک گناہ تھا جو سرزد ہو گیا بلکہ
اس کے خطرناک اثرات سے محفوظ رہنے کی پوری فکر ہونی چاہیے ورنہ
کچھ بعید نہیں کہ وہ نفاق کا مرض پیدا کر جائے اور ہمیں اس کی خبر بھی
نہ ہو آن تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

منافقین کے بارے میں شریعت کے احکام

کے نظریات اور دونوں کے حیاتی سب العین سے کوئی واقف ہے اور اس وا مسلک کے اعدال کو دل اسلام سے پوری طرح برگشتہ او کھراور کو وا نظریات ہی کا مستدت کس تھا لیکن اس کے باوجود ان کے کچھ مصالح ہے جو انھیں مجبور کیے ہوئے ہیں کہ اسلام سے علانیہ لاتعلقی کا اظہار نہ کریں بلکہ منافقت کے لباس میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں ۔۔۔ یعنی دینی اعتقادی منافقین ۔

دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کہ حالت نفاق میں گرفتار تھا لیکن ان کا باطن اس رنگ آلود تھا جیسا کہ معدوم الدکر طبقہ کا تھا ان کا نفاق او مرض صدر کی نوعیت سے محرومی کا نتیجہ تھا بھران کے نفس کی کمزوریوں نے انھیں منافقین کی صف میں لاکھڑا کیا تھا اگرچہ لوگ کفر کی سب اسلام سے قریب رہتے اور اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتے تھے اور مسلمان ہونا انھیں پسند تھا، مگر ان کے اسلام میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ اصول اور مسلک کی خاطر سختی برداشت کرسکیں اور حق سمجھتے ہیں ضرور مٹنے پر اپنے مادی مفاد اتنی جلدی لا دلیت اور اپنے دنیوی مصالح کو قربان کر سکتے ۔۔۔ یعنی دینی عملی منافقین

احکام آخرت | اب دونوں گروہوں کے بارے میں ان کے اختلاف مدارج کے لحاظ سے جو مختلف احکام بیان کیے گئے ہیں ان پر غور کیجئے پہلے اخروی احکام کو لیجئے یعنی دیکھئے کہ ان لوگوں کا آخرت میں کیا حشر ہوگا ۔

ہم اسلام کے منکر یا بدخواہ اور دشمن ہیں۔ خدا کی عدالت دونوں کا فیصلہ
کرے گی اور اس ضعفِ ایمانی اور جہالت والے فسق کا انجام بھی ظاہر
ہو کر ہی رہے گا۔ ہاں طبقہ اولیٰ کے معاملہ میں ان کی سزا بہرحال ٹلی ہوئی
ان کے لیے درکِ اسفل ہوگا۔ ان کے متعلق قرآن نے ملعونیت کی وعید
سنائی ہے اور یہی اس امر کا اعلان کیا ہے کہ وہ ۔ طبقہ اولیٰ کی طرح
۔ دوزخ میں ابد تک رہیں گے پھر ان کی سزاؤں کا اندازہ کیا ہے؟
اس کی صحیح تعیین کس طرح کی جائے؟ یہ سوال ہمارے طے کرنے کا نہیں
یک یوم الدین کی حکمت، رحمت اور عدالت ہی اسے طے کرے گی۔
بندہ کو تو بہرحال اس کی تمام صفات میں سے صرف اس کی صفتِ رحمت
ہی کے دامن کو پکڑنا ہے۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً
وَّعِلْمًا۔

احکامِ دنیا

ان کی اخروی زندگی کا معاملہ تو یہ رہا۔ آئیے اب دیکھیں
کہ اہلِ ایمان کو ان منافقوں کے ساتھ دنیا میں کس
طرح پیش آنا چاہیے؟ اور ان کے ساتھ امتِ مسلمہ کے سیاسی، معاشرتی
اور عمرانی تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟ جیسا کہ عرض کیا جا چکا
اخروی احکام کی طرح دنیوی احکام کے لحاظ سے بھی دونوں طبقوں کی
نوعیت جداگانہ ہے ۔
(۱) پہلے طبقہ (اعتقادی منافقین) کے بارے میں قرآن مجید کا بنیادی
نقطۂ نظر یہ ہے کہ مومن تو اللہ کی پارٹی ہیں لیکن یہ منافق شیطان کی

ہم اسلام سے منکر یا بدخواہ اور دشمن ہیں۔ خدا کی عدالت دونوں کا فیصلہ
کرے گی اور اس ضعف ایمانی اور حالت وسطی کا انجام بھی ظاہر
ہو رہی ہے کہ ہاں طبقہ اولیٰ کے معاملہ میں ان کی سزا بہرحال ہلکی ہوگی
ان کے لیے درک اسفل نہ ہوگا۔ ان کے متعلق قرآن نے ملفوظ کی وعدہ
شافی سے اور [illegible] ہی اس امر کا اعلان کیا ہے کہ [illegible] طبقہ اولیٰ کی طرح
[illegible] دوزخ میں ابد تک نہیں رہیں گے پھر ان کی سزاؤں کا اندازہ کیا ہے
اس کی صحیح تعیین کس طرح کی جائے؟ یہ سوال ہمارے طے کرنے کا نہیں
مالک یوم الدین کی حکمت، رحمت اور عدالت ہی اسے طے کرے گی۔
بندہ کو تو بہرحال اس کی تمام صفات میں سے صرف اس کی صفت رب
ہی کے دامن کو پکڑنا چاہیے۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً
وَّعِلْمًا۔

احکام دنیا

ان کی اُخروی زندگی کا حشر تو یہ رہا آئیے اب دیکھیں
کہ اہل ایمان کو ان ساتھیوں کے ساتھ دنیا میں کس
طرح پیش آنا چاہیے؟ اور ان کے ساتھ امت مسلمہ کے سیاسی، معاشرتی
اور عمرانی تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟ جیسا کہ عرض کیا جا چکا
اُخروی احکام کی طرح دنیوی احکام کے لحاظ سے بھی دونوں طبقوں کی
نوعیت جدا جدا ہے۔

(۱) پہلا طبقہ (اعتقادی منافقین) کے بارے میں قرآن مجید کا بنیادی
نقطہ نظر یہ ہے کہ مومن تو اللہ کی پارٹی ہیں لیکن یہ منافق شیطان کی

پارٹی ہیں اُولٰئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ (مجادلہ ۱۹) اس لئے جو اور یہ
تاکہ اظہار ایمان کریں ملت اسلامیہ — یعنی حزب اللہ — سے
ان کا کوئی ربط نہیں، یہ کبھی بھی ملت میں شمار نہ کئے جائیں۔ یہ

وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ اِنَّھُمْ — یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ
لَمِنْکُمْ وَمَا ھُمْ مِّنْکُمْ (۹) یہ ہماری جماعت میں ہیں حالانکہ وہ
تم میں سے نہیں

لیکن —

ھُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْھُمْ — یہ لوگ تمہارے کھلے دشمن ہیں
(منافقون ۴) ان سے خبردار رہو

پھر اس واحد دستور کی عملی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ —

وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْھُمْ — ان منافقوں میں سے کسی کو اپنا
اَوْلِیَآءَ وَلَا تَتَّخِذُوْا — ساتھی، دوست، یار
مِنْھُمْ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا — اور ان میں سے کسی کو یار دوست
(النساء ۸۹) اور نہ مددگار

یعنی ان لوگوں سے کامل علیحدگی اختیار کرلینی چاہیے انہیں اسے
معاشرتی، انتظامی، تعلیمی، سیاسی معاملات سے بالکل دور رکھنا چاہئے
اور ان کا مکمل بائیکاٹ کرکے اپنی جماعت سے الگ کر دینا چاہیے اس
بائیکاٹ میں کسی مداہنت کو روا نہیں رکھا جاسکتا خصوصاً سیاسی معاملات
میں ان سے کوئی مشورہ لیا جاسکتا ہے نہ ان کی ملت کے اسرار سے

حاجہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کے بارے میں جو حرد دو لوگ کے
تحت آدم مساس کا امداد کرکے گر مبیو سے تھے حکم صادر کیا کہ ۔

فان تحدث اللہ الی	اے نبی گر اللہ تعالی مس مر سا
فی ئمہ مّنْھُمْ فاستاذنُوْكَ	ان سا لعوں کے کسی گروہ میں واپس حاسہ
للخُرُوجِ فَقُل لّن تخرُجوا	سید کسی مرح محک کے لیے نکلنا
معی ابدا و لن تقاتلوا معی	اور سب ساتھی ہوال سے کہ کم مسے ساھد
عدوّا انّکم رضیتم بالقعود	کبھی بھی چلنے کا کے لئے مرے مرکی
اول مرّة فاقعدوا مع	کر سے لڑے کا کے بم سےملی مرسد رہنا
الخالفین (دو رکوع ۱)	مر شک کے جلے کے کہ سب تم رہتے

کو اسمد کیا وہ ہی بیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

ں سے ایک محک رہتے میں اتنی شدید احتیاط برتی جاتی ہے
کہ اگر کبھی ان کی طرف سے بہ ہر کسی نیک کام کی تحریک ہو تو اس سے بھی
تعاون کیا جائے ۔ اگر اس نیک تحریک کی تہ میں کوئی بیطنت
جھلکتی نظر آجائے تب تو اس کی تمام تر ظاہری خوبیوں اور جیک دیک کے
باوجود اس کی علی الاعلان سخت مخالفت کرنی چاہئے ۔ خور بریاں ہے
مسجد کی حرمت مسلمانوں کی نظر میں کسی زیادہ ہے اور اس کو بنانا اور
آباد کرنے کی سعی کتنی نیکو اور محمود، مگر جب منافقین کے ہاتھوں سے
ایسی مقدس اور محترم شے کو ایسا آلہ کار بنایا جانا اور نیکی و صلاح کے
پردے میں برے عزائم کے ساتھ مسجد قبا کے مقابلہ میں ایک اور مسجد بنا کر

یہاں تک جو احکام بیان ہوئے ان کی نوعیت مسلکی قسم کی ہے اور
اس پورے طبقے کے یعنی ان تمام منافقین کے حق میں نافذ ہوں گے جو اسلام
اور کمزوروں کی ماہیت سمجھنے کے بعد کفر کی عقیدت اور پیروی اختیار
کریں اور جنہیں ناملی اسلام کے معاملے میں کھوٹ دیں اور اس کے
باوجود اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں خواہ ان کے نفاق کا محرک اصلی
کچھ ہی کیوں ہو۔ ہاتست احکام کہ سوال یہی بات کہ ان سے الگ
تھلگ ہو رہے اور انہیں اپنی جماعت سے عملاً خارج کر دیے کے
بعد ان کے ساتھ اتفاقی طرز عمل کیا اختیار کیا جائے گا؟ سو قرآن احکام
معلوم ہوتا ہے کہ اس لحاظ سے اس طبقے کے ساتھوں میں تفریق کی جائے گی
اگرچہ ان ماتحتی حامیہ، اسے مخفی کفر اور اپنی اسلام دشمنی کے لحاظ سے
سب ایک ہی جماعت میں، لیکن جس طرح تمام کی اسے مشترکہ عقائد اور
اعمال کے لحاظ سے ایک ملت ہونے کے باوجود مختلف حیثیتیں کے
ہیں بعض تو کھلے ہیں دشمن، قرابات میں اور ان سے کسی قسم کا ربط
ضبط نہیں، اور بعض ایسے نہیں ہوئے مگر ان سے عام معاشرتی تعلقات
رکھنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کی اجازت ہے، اسی طرح اس طبقے کے
منافقین میں بھی فرق مراتب ہے۔

ایک وہ منافقین ہیں جو اسلام دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے ہوں
ان کی ساری سرگرمیاں، اسلام کی بیخ کنی کے لیے وقف ہوں اور وہ کفر و ملت
کو کی علی الاعلان کھلے طور سے وفادارانہ حد اب بحال رہے ہوں

دوسری جگہ فرمایا گیا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ — اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آ۔

(سورۃ ۱۱ سورۃ تحریم ۲)

گویا اس قسم کے منافق محارب ہیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو برسرِ جنگ کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

دوسرے وہ منافق ہیں جو اگرچہ اسلام کے عقیدت مند نہیں ہوا مگر اس سے ان کی مخالفت عملاً اس طرح ظاہر نہیں جس طرح کہ پہلے گروہ کی ظاہر ہوتی ہے، اور نہ اسلام کے دشمنوں کی اعانت کرتے ہیں ان کے معاملہ میں اگرچہ احتیاط اور عدم موالات کے ان تمام منفی احکام پر عمل کیا جائے گا جن کا اوپر ذکر ہوا لیکن انہیں حربی نہ قرار دیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا جیسا کہ خود مذکورہ بالا آیات کے انداز بیان سے مستفاد ہوتا ہے۔ کیونکہ منافقوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم دیتے ہوئے ایک شرط بھی عائد کی گئی ہے اور وہ یہ کہ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ (اگر منافق اس شرارت سے باز آئے) اور فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ (اگر یہ تمہاری مخالفت نہ چھوڑیں اور تم سے صلح کے طالب نہ ہوں اور تمہارے معاملہ سے اپنے ہاتھوں کو

بروکھیں) جس سے معلوم ہوا کہ ان کے خلاف جنگی پالیسی اسی وقت اختیار کی جائے گی جب وہ خود اسلام کی عملی مخالفت کریں۔ اس کے علاوہ ایک مستقل آیت میں اسی طرح کے منافقوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ:-

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ	وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کے ار
اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ	ہدجوب جانتا ہے پس اسے منہ
عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ	ان سے کون اعراض کرو، انہیں
فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا	ان کے انجام سے ڈراکر بعض
(النساء ۹)	کر ادل نشین پیرایہ میں سمجھاؤ

اس آیت سے دونوں گروہوں کا فرق اور زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے، آیت بتاتی ہے کہ مذاہب اسلام میں سرگرمی دکھانے والے منافقوں سے صرف چشم پوشی ہی کی جائے گی بلکہ انہیں نصیحت بھی کی جائے گی، کیونکہ اسلام ایک دعوت تحریک ہے، سو جنگ نہیں ہے اس لئے وہ امکانی سعی کی آخری حد تک جانے کا حکم دیتا ہے جس جس رحمت دو عالم نے پتھروں کی بارش اور تلواروں کے سایہ میں بھی اسی داعیانہ منصب کو کبھی فراموش نہیں کیا، اسے ان منافقوں کو اخلاص وصداقت کی طرف برابر بلاتے ہی رہنا چاہتے تھا، تاآنکہ امکان کامیابی کی آخری آس بھی ٹوٹ جائے۔ جیسا کہ پہلے گروہ کا حال ہوتا ہے لیکن اس وعظ وپند کا اور ان کی نفاق پروری سے صرف نظر کر لینے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا مطلب نہیں ہے کہ یہ لوگ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۚ (الانفال ۱)

جو لوگ ایمان تو لائے لیکن انہوں نے ہجرت نہیں کی ان کی ولایت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ بھی اسی طرح ہجرت کریں۔ ہاں اگر دین کے معاملے میں وہ تم سے مدد کے طالب ہوں تو تم پر ان کی مدد واجب ہے بشرطیکہ مدد کسی ایسی قوم کے خلاف نہ ہو جس سے تمہارا کوئی معاہدہ ہو چکا ہو۔

اس ارشاد قرآنی میں ان کی حیثیت بالکل بے نقاب کر دی گئی ہے یعنی یہ کہ حزب اللہ (امت اسلامی) کے باضابطہ ممبر وہ بھی نہیں ہو سکے، اسی طرح جس طرح کہ مکہ کا منافقین نہیں ہو سکے، مگر عام مسلمانوں میں اور ان میں موالات کا رشتہ نہیں جس طرح کہ پہلے طبقے کے ساتھ ان کا کوئی رشتہ موالات نہیں لیکن اس اشتراک لفظی کے اندر بھی اختلاف معنی کی جھلک موجود ہے اور آیت کے مختلف گوشے صاف بتا رہے ہیں کہ اس عدم موالات میں اور اس قطع تعلقات میں جس کا طبقۂ اولیٰ کے منافقوں کے بارے میں حکم ہوا ہے، بہت بڑا فرق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ بھی باضابطہ حزب اسلامی میں شمار نہیں ہوں گے یعنی اسی طرح جس طرح کہ طبقۂ اولیٰ کے منافقین ملت کے رکن نہیں سمجھے جا سکتے لیکن اس کے باوجود ان کی طرح قانونی طور پر انھیں ملت کا دشمن نہیں سمجھا جا سکتا۔

نہ ان پر سختی کی جائے گی نہ ان سے قتال کیا جائے گا، نہ انہیں قتل اور
گرفتار کیا جائے گا، بلکہ اگر وہ ان کفار کے خلاف جن کے نرغہ میں وہ
گھرے ہوئے ہوں، امداد طلب کریں اور اس امداد کے ذریعہ حلقۂ کفر
سے اپنے کو نجات دلانا اور حقیقی اسلامی زندگی بسر کرنے کے لیے آزاد
ماحول پیدا کرنا چاہیں تو حرب اسلامی پر ان کی اعانت فرض ہے،
بشرطیکہ کافروں کی وہ قوم جس کے خلاف یہ ضعفائے ایمان مدد مانگ
رہے ہیں، ملت اسلامیہ کی معاہد قوم نہ ہو۔

اسی طرح عام انسانی سلوک اور حسن معاشرت کے لحاظ سے یہ لوگ
سب سے زیادہ توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہیں، اور مسلمانوں کا اخلاقی
فرض ہے کہ وہ ان شکستہ اور کم ہمت انسانوں کو جو ایمان کی صحر
تاریکیوں میں بھٹک کر رہ گئے ہیں، ہر ممکن سہارا دیں، اخلاقی بیماریاں
کے مضمرات سے بار بار آگاہ کریں، وعظ و پند کے ذریعہ انہیں ان
کی زندگی کا حقیقی مقصد اور انسانیت کا فرض منصبی یاد دلائیں، ضعف
ایمان کے دنیوی اور اُخروی خسران سے ڈرائیں۔ یہی حکمت عملی
قرآن حکیم نے ان کے متعلق اختیار کی تھی۔ اس نے کبھی بھی ان سے لڑنے
جھگڑنے یا انہیں قتل کرنے یا ان سے یکسر تعلقات منقطع کر لینے کی تلقین
نہیں فرمائی۔ بلکہ جب کبھی ان کو اس نے مخاطب کیا، ہر مرتبہ انہیں عذاب
آخرت کی ہولناکیاں یاد دلا کر متنبہ کیا کہ اس حالت سے، جو حالت نفاق
ہے نکلو اور پوری طرح سپردگی و تسلیم و رضا اختیار کرو، ورنہ دوزخ کی

دَورِ حاضر
اور
نفاقِ عقیدہ و عمل

دورِ نبوی کے بعد نفاق کا امکان

نفاق سے متعلق یہ ساری
حقیقتیں یا تو اصولی حیثیت
رکھتی ہیں، یا پھر ایک ایسی گذری ہوئی داستان کی جو تیرہ ساڑھے تیرہ سو
برس پرانی ہو چکی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان کا ہماری زندگی سے
براہِ راست کیا واسطہ ہے؟ بالفاظِ دیگر کیا دورِ نبوی کے بعد بھی عملاً
نفاق پایا جا سکتا ہے جو ان سارے اصولی مباحث اور گزرے
ہوئے حالات کو ہمیں نگاہ میں رکھنے کی ضرورت ہو؟ یہ ایک اہم
سوال ہے کیونکہ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تب تو یہ ساری
بحثیں ہمارے لیے مفید اور ضروری ہیں، ورنہ بصورتِ دیگر ان
کی حیثیت بس ایک تاریخی افسانے سے زیادہ کچھ نہیں جس کو پڑھ کر
ہم یہ تو جان سکتے ہیں کہ دورِ نبوت میں کافر و مسلم کے سوا ایک تیسری
قسم بھی انسانوں کی موجود تھی جس کا نام منافق تھا اور

جسد کے اندرونی حصے کے حالات حال ۔ تاہم کسی ہماری عملی زندگی کو اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اس لیے اس سوال کی اہمیت معمولی نہیں بلکہ فی الواقع یہی سوال اور اس کا جواب ہماری اس پوری بحث کا فیصلہ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس پر اچھی طرح غور کر لیا جائے

اس سوال کے تین ہی جواب ممکن ہیں ۔

(۱) دور نبوت کے بعد نفاق کا وجود ممکن نہیں ۔

(۲) نفاق عملی تو پایا جا سکتا ہے مگر نفاق عقیدہ نہیں ۔

(۳) ہر قسم کے نفاق موجود ہو سکتے ہیں ۔

پہلا جواب اتنا غیر معقول ہے کہ آج تک کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہو سکا دوسرے جواب کو ایک بہت بڑی تعداد تسلیم کرتی ہے مگر دراصل یہ ان کی اس غلط فہمی کا نتیجہ ہے جو محرکات نفاق کے بارے میں ان کو لاحق ہوئی ان کا کہنا ہے کہ لوگ نفاق عقیدہ کی طرف صرف اس وقت آمادہ ہوتے تھے جب اسلام کو بااقتدار قوت بھی حاصل تھی اور اس کی حدود حکمرانی میں غیر مسلم ہونے کے معنی یا تو یہ تھے کہ آدمی جزیہ دے کر رہے، یا پھر یہ کہ وہ اپنے جائز حقوق سے محروم ہو جائے لیکن جب سے اسلام کی اس پوزیشن میں تبدیلی آ گئی ہے، غیر مسلموں کی یہ مجبوری ختم ہو چکی ہے یوں اب اعتقادی منافقت کا کوئی سبب موجود ہی نہیں رہا کہ لوگ اس میں مبتلا ہوں یہ رائے درست قرار دی جا سکتی تھی اگر یہ ایک امر واقعہ ہوتا کہ اعتقادی منافقت کا بھی ایک سبب اور محرک ہو سکتا ہے کہ جب حقیقت کی شہادت

ں کے خلاف ہے اور اسباب و محرکات متعدد ہیں جیسا کہ ابتداء میں ہم تفصیل کے ساتھ بتا چکے ہیں، تو صرف ایک سبب کے ختم ہو جانے سے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اب لعان عقیدہ کا امکان ہی فوت ہو گیا مسلمان کے مسلوں یا بھولوں میں سے اگر ایک قوت بھی کسی لوکل ہوتی بند ہے اس سب رائج گمان کرنے کا ؟ اس تصنیف کے پیش نظر بوجہ ورکہا جا سکتا ہے کہ عملی تعصیں کی طلال خاص قسم اسلام کے اس دور عروج میں نہیں پائی جا سکتی، لیکن ہر گز نہیں کہا جا سکتا کہ آپ مرنے سے اس کی تفصیل ہی ایک بند ہو گئی ہے

غرض مستراعوان ہی مذکورہ بالا سوال کا صحیح جواب ہے، یعنی اُمت میں طرح اعتقادی اور عملی دونوں قسم کے منافقوں سے عہد نبوی میں محفوظ و مامون نہیں ہی طرح آج بھی نہیں ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ ؒ لعان کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرنے کے بعد جس کو ہم دوسرے باب میں نقل بھی کر چکے ہیں، فرماتے ہیں۔

ولعان اول بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نتوان دانست، کہ
قبل علم غیب است و برمرگ قلب
اطلاع نتوان یافت۔ ولعان ثانی
کثیر الوقوع لاسیما در زمان ما واشا
ہمیں لعان است آنچہ در حدیث
آمد، ثلث من کن فیہ کان

لعان کی پہلی قسم کا وجود حضور کے بعد علم نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کا تعلق غیب سے ہے اور دلوں کی بات پر آپ قابل ر ہ سکتی نہیں۔ مگر دوسری قسم کا لعان بہت پایا جا سکتا ہے اور خاص کر ہمارے زمانہ میں (یعنی شاہ صاحب کے زمانہ میں) ای کثرت سے پائی جاتی ہے اور اسی لعان کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں جس میں فرمایا گیا ہے کہ تین باتیں جس شخص کے اندر پائی جائیں

مسلمان ہر گوشے میں دیکھے جا سکتے ہیں، جو علامہ اللہ اور رسول کا دامن اڑائے ہیں جن کا دوں تجدد اس وقت تک تسکین ہی حاصل نہیں کرتا جب تک دعا اور روزے پر پھبتیاں کس لیں جو شراب اور سود اور جوئے کی حرمت کو وقتا فوقتا رفع غلطی کا ضمون ٹھہرتے ہیں جو کتاب و سنت کی انتہائی تسلیم کرنے سے صاف منکر ہیں، جو اسلامی شعائر کو دقیانوسی کا نام دیتے ہیں، جو سر بعیسے کے منصوص احکام کو بس سو برس کی پرانی یادگار بتا دیتے ہیں ـــــ یہاں حال یہ نہیں بلکہ اس زمانے سے جو انسانی عقل کے درمیان ہوتی ہے۔

اس معاشرے میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو کسی تحریک کے رواج کو سر بلند رکھ رہے ہیں صرف عملاً ہی نہیں بلکہ قولاً بھی۔

پھر اس معاشرے میں اسلام کے وہ علمبردار بھی ہیں جو پورے سرچ صدر کے ساتھ غیر اسلامی افکار و نظریات پر ایمان لا چکے ہیں اور اس مطالعے کو اس کے اندر بکھیرتے رہتے ہی کو اسی زندگی کا مقصد وحید ٹھہرائے ہوئے ہیں

حتی کہ اس معاشرے میں یہ لوگ بھی گھسے رہتے ہیں پر مصر ہیں جن کا اپنا ایک الگ اور مستقل مرکز اجماع ہے، جو اس مرکز کو مرکز اجماع ماننے والوں کو کھلا کافر سمجھتے ہیں، اور جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اسلام کا اور کلی ہادی، شارع اور معتمد سمجھنے والوں کی نماز جنازہ تک پڑھنے کے روادار نہیں مگر یہاں ہم جمہوریت کے ماننے والوں نے

ایسا نفاق سرے سے وجود ہی میں نہیں آسکتا، بخلاف اس کے یہ تو اس حقیقت کا اعلان و اعتراف ہے کہ یہ نفاق پایا تو جا سکتا ہے اور پایا جاتا ہوگا مگر ہمیں آپ کو اس کا اشخاص کے تعین کے ساتھ علم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے اور نیتوں کا حال سوائے اللہ کے کسی کو نہیں معلوم۔

دورِ حاضر میں نفاق کا وجود | جب اصولاً یہ مان لینے میں بھی کوئی مانع نہیں ہے کہ منافقت کچھ آغازِ اسلام ہی کی مخصوص بیماری نہیں تھی، بلکہ وہ ہر دور میں پائی جا سکتی ہے تو یقیناً اس کے امکان سے ہمارا اپنا زمانہ بھی خالی نہیں ہوسکتا پھر کیا ہمارے دور میں اور ہمارے معاشرے کے اندر بھی واقعتہً یہ روگ موجود ہے؟ اگرچہ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب حالات کے رو سے مرحلی حروف میں نفی ہے، تاہم وہ کچھ اتنا ناخوش گوار ہے کہ اس پر نگاہیں ڈالتے ہوئے بھی ہم گھبراتے ہیں اور چشم پوشی کی روش اختیار کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ گویا کوئی خطرہ نہیں لیکن ظاہر ہے کہ خطرات اور مہالک سے آنکھیں بند کر لینا اپنے ساتھ دوستی نہیں بلکہ دشمنی ہے اور ایک طرح کی معصوم خودکشی ہے اس لئے آئیے ذرا ہمت کرکے اپنے حالات و ماحول کا جائزہ لے دیکھیں کہ ہمارے معاشرے کے افراد کے ایسے ایسے اقوال اور ایسے ایسے اعمال کس باطنی کیفیت کی گواہی دے رہے ہیں۔

۱) نفاقِ عقیدہ کی بہار میں | آج معاشرے میں ایسے نام نہاد

مسلمان ہر گوشے میں دیکھے جا سکتے ہیں، جو علانیہ اللہ اور رسول کا
مذاق اڑاتے ہیں جن کا دین تجدد اس وقت تک تسکین ہی حاصل نہیں
کرتا جب تک وہ نماز اور روزے پر پھبتیاں کس لیں جو شراب اور
سود اور جوئے کی حرمت کو دقیانوسیت اور بے عقلی کا ثبوت ٹھہراتے ہیں،
جو کتاب و سنت کی اتھارٹی تسلیم کرنے سے صاف منکر ہیں، جو اسلامی
شعائر کو جہالت و بربریت کا نام دیتے ہیں، جو شریعت کے منصوص احکام
تک کو بربریت کی پرانی یادگار قرار دیتے ہیں ——— زبان حال سے
نہیں بلکہ اس زبان سے جو انسانی جبڑوں کے درمیان ہوتی ہے۔

اس معاشرے میں ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جو بلا کسی جھجک کے
رواج کو شریعت پر ترجیح دیتے ہیں، صرف عملاً ہی نہیں بلکہ قولاً بھی۔

پھر اس معاشرے میں اسلام کے وہ علمبردار بھی ہیں جو پورے
شرح صدر کے ساتھ غیر اسلامی افکار و نظریات پر ایمان لا چکے ہیں
اور اس مغالطے کو اس کے اندر بکھیرتے رہنے ہی کو اپنی زندگی کا
مقصد وحید ٹھہرائے ہوئے ہیں

حتیٰ کہ اس معاشرے میں وہ لوگ بھی گھسے رہتے ہیں جن کا
اپنا ایک الگ اور مستقل مرکز اجماع ہے، جو اس مرکز کو مرکز اجماع بنانے
والوں کو کھلا کافر سمجھتے ہیں، اور جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو
امام آخری اور کلی ہادی، شارع اور مقتدا سمجھنے والوں کی نماز جنازہ
تک پڑھنے کے روادار نہیں مگر ان پر جمہوریت کے داعیوں نے

جب انہیں یہ سمجھایا گیا کہ ایسے مبادی اختلاف عقائد کے بعد مسلمانوں کے
امور دینیہ و حقوق حاصل نہیں ہو سکتے جو ایک مسلمان ہی کے لیے مخصوص
ہیں تو ان کے سربراہ کار سمجھ گئے ہوں۔ ان کے گورو اور ویدوں کے
سو انہیں کون کلیدی اساس حاصل ہو سکتی ہے تو انہوں نے گھبرا کر محمدؐ
ملت کا نعرہ لگانا شروع کر دیا اور دنیا کو یہ باور کرانے میں لگ گئے کہ
ہمارا بھی اسی ملت اور امت سے تعلق ہے جو مسلمانوں کی ہے۔ ہم بھی
اسی قرآن کے ماننے والے ہیں جس کو امت مسلمہ مانتی ہے اور اسی
طرح مانتے ہیں جس طرح وہ ہمارے دوسرے مسلمانوں سے کوئی بنیادی
اختلاف نہیں ہے لیکن ہمیں امت سے الگ سمجھنے والے اسلام اور ملت اسلامیہ
کے دشمن ہیں — حالانکہ اس مظاہرہ اتحاد کا مقصد اصلی اس کے سوا
کچھ نہیں کہ ملت کے عام حقوق پر ہاتھ صاف کرتے رہنے کا موقع حاصل
ہو سکے۔

کیا ان اور اسی طرح کی دوسری باتیں اس حقیقت کا ثبوت نہیں کہ
ہمارے معاشرے کے اندر کافی تعداد میں ایسے دل و دماغ موجود
ہیں جن میں نفاق عقیدہ کا زہر سرایت کیے ہوئے ہے؟ نفاق اعمال
آپ معاف نہیں کر سکتے کہ ان کا عمل سے تعلق رکھتی ہیں، اور عمل
کی خرابیاں نفاق عمل کا موجب تو بن سکتی ہیں لیکن نفاق عقیدہ کا موجب
نہیں بن سکتیں کیونکہ ایمان اور عمل منطقی طور پر ایک دوسرے سے
لاکھ الگ سہی، مگر ان میں باہم ہر گز ایسی بیگانگی نہیں کہ کسی حال میں بھی

عمل، ایمان کے بارے میں کوئی شہادت نہ دے سکے آخر عمل، عمل ہی
بھی تو دین ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہر عمل ایمان کے بارے میں شاہد نہیں بن سکتا
مگر بعض اعمال یقیناً ایسے ہوتے ہیں جو ایمان کے خلاف شاہد عدل بن
سکتے ہیں یعنی ان کی موجودگی میں ایمان کی متاعِ بارک موجود نہیں رہ
سکتی۔ ہم نے جن باغیوں کا ابھی ذکر کیا ہے ان پر نظر ڈالئے اور
غور فرمائیے کہ ان میں کون سی چیز ایسی ہے جس کے ساتھ ایمان
اخلاص کی یہی مدعیٰ برقرار رہ سکتی ہے۔ کیا خدا اور رسول، دین اور
شریعت، آیات و احادیث، ائمہ اور بزرگوں کا تمسخر کر کے کوئی آدمی
مومن باقی رہ سکتا ہے؟ کیا شریعت کے معاملہ میں رواج کو بالکل ترجیح
دے دینے کے بعد بھی اسلام سے رشتہ جوڑ کا یوں قائم رہ سکتا ہے؟
کیا توہین شرع کو جنس و زر کے قالوں کہیے کے باوجود ایمان
کا دعویٰ کوئی وزن رکھ سکتا ہے؟ پھر اگر ایسی حرکتیں کرنے والے اپنے
آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو کیا حقیقت بھی ان کے اس دعوے کی تصدیق
کرے گی؟ سطح زباں پر کیا کچھ ہے بحث اس سے نہیں، بحث صرف اس
چیز سے ہے جو عمل کے نیچے کیا ہے، اور ان حرکات کی موجودگی میں کیا یہ سکتا ہے؟
کہا جائے گا کہ دل کے نیچے جو کچھ ہوتا ہے اس کا ہمیں کیا علم، احیا
کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا ہے لیکن بھولنا نہ چاہئے کہ یہ بات
ہر حال میں ضروری نہیں بعض حالات یقیناً ایسے ہوتے ہیں جن کی موجودگی
میں بعض چیزوں کے وجود پر جزم کے ساتھ رائے قائم کی جا سکتی ہے اور

مذکورہ بالا حالات اسی وقت کے ہیں جہاں تک حضرت شاہ صاحبؒ کے
قول کا تعلق ہے وہ صرف عام حالات کے پیش نظر ہے، بہرحال یہ اس کا
مطلب نہیں ہو سکتا۔ دراصل ان کے زمانے میں مسلمانوں کو دینی اعتقادی
اور اخلاقی زوال جس حد تک پہنچ سکا تھا اس کی بنیاد پر وہ اس سے زیادہ
کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے مگر ادھر دو صدیوں سے یہ زوال تھا
عروج حاصل کر گیا ہے اس کے بعد بعض اوقات اعتقادی منافقین
کی بھی یقینی طور سے نشان دہی مگر ناممکن نہیں رہی۔ اس لیے نہیں کہ
(معاذ اللہ) اب مدرسوں کو علم غیب حاصل ہو گیا ہے بلکہ اس لیے کہ یہ
منافقت کبھی کبھی نسا نیات واضح (ظاہر باہر) ہو جاتا ہے کہ اس
کے جاننے کے لیے علم غیب کی ضرورت ہی نہیں

(۲) نفاقِ عمل کی شہادتیں

باقی رہا عمل کا معاملہ، تو مذکورہ بالا اعمال نفاق میں سے ایک
ایک سے کوئی کر اس معاشرے کے افکار و اعمال میں اس کا سراغ
لگائے دل پر جبر کر کے پیچ لائے تو دیکھا مردود نمونہ آں موجود است
کوب رحمال کا ہ کرنے چاہیے۔ آپ پائیں گے کہ ۔

اس معاشرے میں آج نصف سے زائد آبادی ایسے لوگ مار
بیٹھے مگر حاکم شرع کو عملاً منسوخ قرار دے چکی ہے اس کے حق میں
اذان کی صدا میں اتنی معنویت بھی نہیں جتنی معنویت کہ جانوروں
کے لیے ایک چرواہے کی پکار رکھتی ہے، گویا الذی ینعق بما

یَسمَعُ اِلَّا دُعَاءً وَّنِدَاءً (بہرے لوگ) اب
ان کے لئے مسجد کی حاضری اور جماعت میں شرکت کا تو
کوئی سوال ہی نہیں رہا جب کہ وہ سرے سے نماز کے منکر ہو چکے ہیں
ہے حتی کہ نماز میں الکسائے ہوئے (کسالیٰ) آنے کی رسموں سے
بھی اس کی نجات حاصل ہو چکی ہے یعنی جمعے نہیں اگر سکڑوں جمعے گذر
جاتے ہیں تو اسے مطلق خبر نہیں ہوتی کہ جمعے کیسے والس کا مقام دے
گئے اور غافلوں کو کبھی یہ پتہ کہ جمعہ بن سکے ۔

اس معاشرے کی سب بڑی اکثریت کا وہ عنصر کہ جو نماز سے بے نیاز
ہے بے شمار ہے عیدین اور شادی اور موت کی رسموں پر نام
نمود کی خاطر خرچ کرنے کے لئے تو اس کے دونوں ہاتھ کھل جاتے ہیں
مگر راہ خدا میں ڈھائی فی صدی دینے کا جب نام آتا ہے تو اس کا دل
اندر سے بیٹھنے لگتا ہے، اور اگر کبھی بعض اسباب نے کچھ ادائے فرض
پر مجبور کر دیا تو چہرے کی صورت ایسی ہو جاتی ہے کہ اسے دیکھتے ہی
تَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ فِي سَبِيلِ اللهِ مَغْرَمًا کے الفاظ کانوں میں گونجنے
لگتے ہیں ۔

اس معاشرے میں جگہ جگہ وہ سربراہ آتے ہیں جو اگر احکام شریعت
کے آگے اجر اما جھکنے میں تو اسے حق میں فیصلہ ہوتا دیکھنے کے بعد
ہی دستور ہو رہا ہے کہ اگر شرع کے دامن اپنے حق میں فیصلہ دے
نظر آئیں تو پوری ہم آہنگی کے ساتھ دین کی اطاعت کا نعرہ لگائے،

ہے کہ معاد اسلام اب نام ہو کیا ہے معاشیاتی کا ۔ قوم ، ملک ، طن ،
غرض ہر دنیوی رشتے کی محبت کا اظہار ہمارے لئے باعث فخر ہے
مگر دین کا نام لیتے ہی ہم جھجکنے اور سر ہانے لگے ہیں ، مبادا کوئی ہمیں
وہابی ، ملا یا مذہبی مجنون کہہ دے چونکہ اسی دینی حیثیت کے برملا
اظہار اور اس کی عملی ذمہ داریوں سے ہم گریز کر رہے ہیں اس لئے دین
کی خاطر قربانیوں کا موقع ہی نہیں آنے پاتا ، ورنہ آپ دیکھئے کہ ہمارے
ملی کردار کے آسیج پر یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللهِ کے مناظر کس
کثرت سے نمودار ہو رہے ہیں

اسی معاشرے میں دین دشمنوں کے بجائے نام نہاد ترکِ عادت سرکش
کے لوگ کو عزت کا معیار سمجھنے کا رواج عام ہے جس کا اندازہ کرنے
کے لئے آپ کو اسی تاریخ کے موجودہ باب ہی کا مطالعہ کافی ہوگا ،
اور اگر اس باب کے مطالعے میں کچھ دقت محسوس ہو تو پھر اس سے
پہلے ختم ہونے والے باب کے اوراق کھول کر ملاحظہ فرمائیے وہاں
آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ
وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ پر ایمان لانے
والے" انگریز بہادر سے ہاتھ ملانے کی تمنا میں عمریں بسر کئے
دے رہے ہیں ، اگر انہیں سر کا خطاب بہادری کے خطاب
مرحمت ہو جاتا ، یہی نہیں بلکہ دین و ایمان دے کر بھی نصیب ہو
جائیں تو گویا دولت کونین ہاتھ آگئی ۔ دوسری طرف کچھ اور لوگ

ہوں گے جو غیر مسلم لیڈروں کے آستانوں کا طواف کرتے نظر آئیں گے
جن کی معراج سعادت یہ ہے کہ وہاں انھیں وطن پرست مان لیا جائے
اور جن کی دانش بھٹکتی کو اگر ملکی رئیس نے تسلیم کر لیا تو گویا انھیں رضا
کا مقام حاصل ہو گیا اور اب رضوان جنت ان کے لیے فردوس بریں
کی کنجیاں ہاتھ میں لیے منتظر کھڑا ہے۔
اس معاشرے میں جھوٹی شہرت کے دلدادوں کی بھی کمی نہیں
خصوصاً سیاسی پلیٹ فارموں پر پھولوں کے ہاروں اور زندہ باد
کے نعروں کی پیاس نے "قائدین ملت" کا ایک لشکر کا لشکر پیدا کر دیا
ہے جو قومی اجتماعات میں اسلام اور قرآن کا نعرہ کچھ اس زور سے لگاتے
ہیں کہ پوری ملت کا سماں جاتا ہے معتقدین اس کے شور سے گونج اٹھتا
ہے جب وہ اسلام کی خاطر اپنی رگوں کا ایک ایک قطرہ خون بہانے
کا اعلان کرتے ہیں تو ان کے لب ولہجہ سے ابوبکر صدیق کا اخلاص اور
عمر فاروق کا عزم و جلال ٹپکنے لگتا ہے لیکن جب اسلام اپنے وعدوں
اور مطالبات لے کر انھیں ڈھونڈتا ہے تو نہیں معلوم کس "پناہ گاہ"
میں جا چھپتے ہیں کہ پھر ان کی صورت نظر نہیں آتی ان کی نگاہ ہر جگہ
سو گھومتی رہتی ہے جہاں کہیں اسلام یا مسلمانوں کی فلاح کا کوئی کام
انجام پاتا ہوا دکھائی پڑا وہ لپک کر دوسرے سربراہ کاموں کے اسٹیج
پر جا بیٹھے اور مختلف تدبیروں سے اس کارنامے کا کریڈٹ اچک لینے
کی سعی کرتے ہیں۔

اس معاشرے میں ایسے "مسلمان" بھی کثرت سے پائے جاتے
ہیں جن کا قلبی تعلق خاطر، بادہ تر ان حقوق رفیعہ کرنے تک محدود ہے
جو ملت اسلام کے حقوق ہیں اور جن میں حصہ دار بننا اس بات پر موقوف
ہے کہ آدمی کا نام مسلمانوں کی فہرست میں درج ہو۔ دلوں کا حال تو خدا
ہی بہتر جانتا ہے لیکن ان کے عام رویے سے اسلام کی کسی بھی عقیدے
کا سراغ ملنا عموماً بڑا دشوار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اسلام ان کا بس
کچھ ہے اور وہ اول بھی مسلمان ہیں اور آخر بھی مسلمان، جب مادی
مفادات کی بانٹیں اسی نام سے تقسیم ہو رہی ہوں، لیکن اس وقت
کے گزر جانے پر وہ سب کچھ تو نظر آسکتے ہیں مگر اول بھی مسلمان اور
آخر بھی مسلمان نظر نہیں آسکتے

اس معاشرے میں ضعف ایمان کی بیماری ایک خوفناک سرطان
کی طرح اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہے جس کے رہبر ایسے کسی عضو کے
کچھ گوشے تو محفوظ کہے جا سکتے ہیں، لیکن کوئی بھی عضو پورا محفوظ
نہیں[1] اس کے ان افراد کو چھوڑتے، جو نماز، روزے، حج اور
زکوٰۃ تک کی کوئی پروا نہیں رکھتے، ان پابند مذہب لوگوں کو لے
دیکھئے جن کی ایک وقت کی بھی نماز قضا نہیں ہوتی، جو عشر و زکوٰۃ کا
ایک ایک حبہ ادا کیا کرتے ہیں جن کے روزوں میں رمضان کے سوا
نفل روزوں کی بھی ایک بڑی تعداد شامل ہوتی رہی ہے، اور جو
لبیک لبیک کہتے ہوئے قربان گاہ اسماعیلی پر جا کر "اسلام" کے عملی معنی

[1] عضو سے مراد یہاں معاشرے کے مختلف گروہ ہیں کہ افراد

جن باتوں کو عام حالات میں وہ بے دینی کی باتیں کہتے رہتے ہیں، سیاسی
مصالح کا دباؤ پڑتے ہی وہ ان کو جائز اور مستحسن ٹھہرانے لگتے ہیں جو
چیزیں ان کی مذہبی کتابوں میں آج بھی سعادت کے ا درجے تک لکھی ہوئی
ہیں سیاسی وجوہ ان کو بھی گوارا کر کے دینی ایمانی جودی کو خیرباد
کہہ دیا کرتے ہیں، محض اس لئے کہ سیکولر اسلام کی جو سودمان ان سے
کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں صرف یہی نہیں بلکہ جب کبھی اس ایمان باتوان پر داتی مالی
مادات کی مصلحتوں کا کوئی غیر معمولی حملہ ہوتا ہے تو پوچھئے کہ اس غریب
کا کیا حال ہو جاتا ہے؟ اس وقت توحید کے اصول اور مسلمان ملک کی حرمت
سب معرض خطر میں پڑ جاتی ہے توحید کے اولین تقاضے بھی فراموش ہونے لگتے ہیں
مال کی خاطر سلسلہ حسنی معصیت واجبہ کی جیسی داری ملت کا مساوی حق
قرار پا جاتی ہے، طاغوتی عدالتوں کی کرسیوں پر بیٹھنے کی تمنا کوئی معیوب
تمنا نہیں رہ جاتی، جوئے شراب، اور سود کے کاروبار کرنے والے
اداروں اور محکموں کی چاکری "اللہ کا فضل" بن جاتی ہے اور اقتدار اعلیٰ کی
مدعی وادیوں سارا مسلکوں کی رکنیت دولت کا آخری علاج ٹھہرائی جاتی ہے،
حتیٰ کہ سیاسی وجوہ وہ کار سیستم ہی احکام دیا اڑ جاتا ہے جو بدر کے معرکے
میں بعض ان ضعیف الایمان مسلمانوں نے انجام دیا تھا جن کے قدم مکہ کی زمین پکڑ
کر بیٹھ گئی تھی اور جس نے اجازت نہ دی تھی کہ وہ حکم الٰہی کے موجب مدینے
سے ہجرت کر جاتے۔ احکام کا رخ اہل اسلام او اہل کفر میں مسلح معرکے کا
موقع آیا تو لاچار انہیں بھی دوسرے اہل مکہ کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل

سخت حجاب و اس گمر ہوتا ہے اسلامی نظریات کا ذکر آجائے تو جیسے اُن کی
احساس کمتری انھیں اقوام غیر کی عدالت میں لا حاضر کرتا ہے اور وہ مجرموں کے
کٹہرے میں کھڑے ہو کر معذرتیں اور صفائیاں پیش کرنے لگتے ہیں اسلامی نظام
اقتصاد کو اس وقت تک مہذب دنیا میں پیش کرنے کے قابل نہیں سمجھتے جب
تک کہ اس کا نام "اسلامی سوشلزم" نہ رکھ لیں گویا ان کے خیال میں اسلام کی عزت و
وقار کا قیام اور اعتراف اگر ممکن ہے تو صرف "سوشلزم" کے طفیل اور اس سے
منسوب ہو جانے کی برکت ہی سے اسلامی نظام سیاست و اجتماع کو جو اد
دکتاہی زبردست ہدف تنقید کیوں نہ کریں مگر اس کی عملی صحت
کا ان کے کاروبار حیات میں کوئی نشان ملنا بہت دشوار ہے وہ اٹلی، جرمنی
سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، امریکہ اور روس سے جا کر زندگی کے قانون لائیں گے
اور انھیں اپنانے میں فخر محسوس کریں گے لیکن اسلام کے نظام حیات اور
قوانین زندگی کو اپنانے میں ان کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے سیاسی
محکومی کی زنجیریں ٹوٹ چکی ہیں نہیں بلکہ آزادی و خود مختاری کی پاک
فضاؤں میں بھی انھیں اسلامی اقدار کو اپنانے میں تامل ہوتا ہے
کہ مادی تہذیب کی قدریں اپنا کر سمجھتے ہیں کہ ہم اقوام عالم کی نگاہوں
میں باعزت اور مہذب ہو رہے ہیں تمدن، معاشرت، تعلیم، اخلاق
میں مغربی افکار و نظریات سے متاثر عملاً اسلام کی رہنمائی قبول کرنا
ان پر انتہائی شاق گذرتا ہے، وہ مغربی علوم اور وسائل کا تو کوئی سوال
ہی نہیں ان کے ہاتھوں میں اگر فقہ تھما دی جائے تو بجائے اس کے کہ وہ تمام

نفاق کا مظاہرہ شروع ہو جاتا ہے جس کی طرف ابھی ہم اشارہ کر چکے ہیں۔
ہے۔ اب سے انکار و اہمال کو ایک عمل جائز تو

معاشرے کا فرض

جو شرح معتدل بحران اور یہ عمل ہیں ایمان لی کے
ساتھ نفاق عقیدہ [illegible] عمل کی ایسی زبردست جو کسی لمبی ہوتی ہوں اور یوں
سمجھئے کہ اندر سے [illegible] کر رہا ہو اگر اس کی قوت مزید کم سے کم رسولی جاری
سو اس کی قا صعف اور نا ہموار ہو رہی ہو اور چہرے پر مرلی سی چھاری
تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ٹھیک اسی سبب جدا مدی کا ظہور ہے جو
ابتدائے آفرینش سے آج تک سیکڑوں ہزاروں قوموں کو بدی اور اعمال کے
میدان سے ماکر برے پھینک چکا ہے مسلمان اگر جو اسے دشمن آپ ہیں تو
اس وہم میں نہ ہیں کہ سب ان کی طرف سے آنکھیں میچ لے گی اگر انہیں بدی کی
اصلاح عزیز ہے تو ہو کی ورنہ جب ساتھ ان کو اسے اندرون کا جائزہ لینا ہوگا
اللہ کے معاشرے کو بھی اور ان کے افراد کو بھی۔ جو لوگ واضح ارشتہ قرآن کی
روشنی میں نفاق عقیدہ کے مریض معلوم ہوں ان کے وجود سے معاشرے کو پاک
کرنے کی ویسی ہی جدوجہد کرنی پڑے گی جیسی کہ وبا دل کے پھوٹ پڑنے پر ان کے
جراثیم کو ہلاک کرنے کی کی جاتی ہے۔ اس جدوجہد کی ابتدا تعلیم امام و تفہیم اور
اصلاح و تذکیر ہی سے ہونی چاہئے لیکن اگر اس تریاق کے بعد بھی زہر دور نہ ہو
تو ہر شخص کو فرض ہے کہ ایسے لوگوں کے خلاف اسے سارے ممکن [illegible] انتہا سے اللہ کو ما
ان سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لے ان کے خلاف ہر مناسب تدبیر عمل کرے
اور سوسائٹی میں ان کا سانس لینا دو بھر کر دے۔ اسی میں اسے [illegible]

سے کام لیا جاتا ہے۔ وہ اگر اس نے ایسا کیا اور ان ساتھیوں کے ساتھ اپنے
ذہنی، نسلی، خاندانی، سیاسی، اور خارجی تعلقات کا لحاظ کر کے، یا ان کی ساری
خدمتوں کے غیر معمولی اعتراف میں یا ان سے کچھ دنیوی فائدوں کی امید رکھ کر
یا ان کے جاہ و اقتدار سے مرعوب ہو کر انہیں برداشت کر رہا ہو تو اسے یاد
رکھنا چاہئے کہ وہ کسی بھی ساحل مراد پر نہیں پہنچ سکتی۔ نہیں تو ساحل مراد کی
طرف جا ہی نہیں سکتی جس کے ناخداؤں میں سے اگر کچھ لوگ اسے صحیح رُخ پر رکھنے
کے ہوں تو کچھ دوسرے اسے کسی اور رخ پر لئے جا رہے ہوں، اور ساتھ
ہی ان میں سے بعض سوئی کو ہٹا کر کلہاڑے لئے اس کے پیندے میں سوراخ کر رہے
ہوں اور دوسرے ان کے ہاتھوں سے یہ کلہاڑے چھین لینے کے بجائے خاموشی
سے طرح دئے جا رہے ہوں۔ رب العزت کی قسم ایسی کشتی ڈوب کر رہے گی، اور اُس
وقت صرف سوراخ کرنے والے یا غلط سمت رکھنے والے ہی ہلاک نہ ہوں گے بلکہ
خاموشی سے تماشہ دیکھنے والے بھی سمندر کی گہرائیوں میں دفن ہو جائیں گے
وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۔
یہ نفاق عمل کے مریض، ان کے بارے میں مذکورہ اصلاح کے
ایک طویل اور مسلسل جد و جہد کے پروگرام پر عمل کرنا پڑے گا۔ یہ ایک بڑا صبر
آزما کام ہے۔ اس معاشرے کی فلاح و ترقی کا سب سے بنیادی اور لازمی
زینہ ہے۔ کیونکہ جب تک اس معاشرے کی ایک بہت بڑی تعداد اس مرض سے
نجات نہیں پا جاتی وہ اس کا کسی حساب میں بھی وجود محسوس نہیں کرا سکتا
۔ لیکن بدقسمتی سے کہ ملت کے چارہ سازوں کی نگاہ ہر طرف سے رہائی ہے،

اگر ہمیں خانی یو اسی ادلس مرتبت رہ کو یا ان کے خیال میں مسلمانوں کے اخلاق وعمل میں نفاق کی گرم بازاری کسی فکر اور توجہ کی محتاج ہے ہی نہیں، اور کوئی بیماری ہی نہیں جس کے علاج کی ضرورت ہو انتہا یہ ہے کہ اب تو خود عمِ قوم "جامد ملت" اور صوابِ امت سے ہیں بھی کوئی کا پ کی خبر نہیں رہی یعنی ملت کے عام ساتھی وہی لوگ ہونے لگے ہیں جو خود جان سازی کے اسے ہی محتاج ہیں جتنا کہ کوئی اور جس کا صوفہ قلب و دماغ خود ہی عملی منافقت کے دھبوں سے رنگ آلود ہو رہا ہے، اور جو خود للہ اخلاص سے یہی کام نہیں، حالانکہ وہ لوگ ہیں جو ملت کی سب سے اگلی صفوں میں جگہ پانے کے لائق تھے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○
(آمین)